مین عربی علم صرف کے عام قواعد مع گردان وغیرہ مرتب و منظم صورت مین لکھے ہین حجم ۳۲ صفحے کاغذ اور کتابت و طباعت محض معمولی ہے، قیمت ۴ر، اور حصہ سوم مین محض تعلیل، کے قاعدے مختلف مثالین دیکر سمجھائے گئے ہین حجم ۲۶ صفحے کتابت وطباعت اور کاغذ محض معمولی ہے، قیمت　　یہ رسائل مبتدیون کے لئے مفید اور رواج دیئے جانے کے قابل ہین،

پتہ ضیاء الدین صاحب فیروز، سٹریٹ نمبر ۷۰، رنگون،

حمایت اخلاق، مولوی محمد عبد الوہاب صاحب عندلیب حیدر آبادی نے بطرز مثنوی بہت سے واقعات نظم کئے ہین جن مین اخلاق حسنہ کی دعوت دی گئی ہے، اور برائیون سے بچنے کی ہدائتین ہین، واقعات مین جابجا کتاب و سنت سے استشہاد لائے ہین، مثنوی کا مطالعہ مسلمانون کے لئے مفید ہے، حجم ۱۴۲ صفحے کاغذ اور کتابت و طباعت متوسط ہے، قیمت عہ پتہ دفتر رسالہ دائرۃ المعارف شاہ علی بنڈہ حیدر آباد دکن،

فقرائے اسلام، اس کتاب مین مولانا عبد السلام صاحب ندوی نے بزرگان سلف مین سے تقریباً ایسے پچیس اشخاص کے ترجمے کتب سیر و رجال سے جمع کئے ہین جنھون نے نہایت عسرت و تنگدستی اور فقر و فاقہ کے باوجود مذہبی و اخلاقی خدمات انجام دیئے، اور جنکی دینی برکتون سے مسلمان ہمیشہ مستفید ہوتے رہین گے، ایسی کتابین انلوگون کیلئے قابل عبرت و بصیرت ہین جو مذہبی و اصلاحی خدمات انجام دینے مین مالی مشکلات سے گھبرا جاتے ہین حجم ۱۴۴ صفحے کتابت و طباعت اور کاغذ متوسط ہے، قیمت عہ پتہ منیجر صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاء الدین پنجاب،

سیرۃ غوث الاعظم، مولانا مولوی محمد زاہد صاحب قادری، یہ حضرت عبد القادر گیلانی رح کی مختصر سوانحعمری ہے، اسکی ابتدا مین ۹ صفحہ کا ایک مقدمہ ہے جسمین عصمت انبیاء و کرامات اولیاء کے امکان و وقوع پر بحث کی گئی ہے، پھر چند صفحون مین حمد و نعت و منقبت غوث اعظم مین اشعار ہین پھر چند صفحون مین شیخ کے فضائل و مناقب دیئے گئے ہین جنمین چند کتابون کے حوالے سے کچھ قصے نقل کئے ہین جنمین صحت کا بہت کم التزام کیا گیا ہے، اس کے بعد سوانح حیات ہین آخر مین "تعلیمات و ہدایات" کا باب ہے ضرورت تھی کہ اس باب کو وسعت دیجاتی اور دکھایا جاتا کہ ان کے صحیح فضائل و مناقب انکی یہی صحیح اسلامی تعلیمات ہین، سب سے آخر مین قصیدہ غوثیہ مع ترجمہ اردو شامل ہے، حجم ۹۰ صفحے کتابت و طباعت اچھی اور کاغذ متوسط ہے، قیمت ۸ر پتہ منیجر دلی...

مجلد شانزدہم | ماہ جمادی الاول ۱۳۴۴ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۹۲۵ء | عدد ششم

مضامین

شذرات

نومبر کی ۲۸، ۲۹، ۳۰ کو ندوۃ العلماء کا سالانہ جلسہ شہر انبالہ میں منعقد ہوا، پرانی اصطلاح کے مطابق ایک جلسہ کی کامیابی کے جو شرائط ہیں وہ بہمہ وجوہ مکمل تھے، سوا سو مہمان بھی تھے، علماء اور واعظین کا مجمع بھی تھا، قومی کارکنوں اور رہبروں کی جمعیت بھی تھی، ڈائس پر معززین کی نشست بھی تھی، استقبال کے جلوس بھی تھے، اور اسلامیہ اسکول انبالہ کے بوائے اسکاوٹس کی خوبصورت مگر پرہیبت صفیں بھی تھیں، مگر ان تمام محاسنِ نظر کے ساتھ جو چیز سب سے زیادہ دلکش اور مسرت افزا تھی، وہ مختلف الخیال علمائے دین اور رہبرانِ ملت کا دوش بدوش اجتماع تھا جس کا منظر یوں بھی اور خصوصاً ان دنوں مسلمان دیکھنے کو ترستے ہیں،

علماء میں مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد صاحب جوناگڈھی، مولانا حافظ احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ العلماء، مولانا مناظر احسن استاذ الحدیث جامعہ عثمانیہ حیدرآباد، مولانا مفتی عبداللطیف صاحب استاذ التفسیر جامعہ عثمانیہ، صدر یار جنگ مولانا شروانی، نواب حسام الملک مولوی سید علی حسن خان، مولانا عبدالماجد بی، اے دریابادی، مولانا فاخر الہ آبادی، مولانا داؤد غزنوی، مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی، مولانا قاضی محمد سلیمان صاحب پٹیالوی، مصنف رحمۃ للعالمین، مولوی حاجی مرحیم بخش صاحب، مولانا عبدالرحمن نگرامی ندوی، مولانا مسعود علی ندوی، مولانا حاجی حفیظ اللہ صاحب مدرس اعلیٰ دارالعلوم، مولانا خلیل الرحمن صاحب سہارنپوری، مولانا قاری عبدالسلام صاحب عباسی، مولانا عبدالرحیم صاحب ریواڑی مدرس عربی، سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری، مولوی اکرام اللہ خان صاحب ندوی، مصنف ایجوکیشنل کانفرنس، مولانا

شاہ نظام الدین صاحب جھجری، مولوی عقیل الرحمن صاحب ندوی سہارنپوری، مولوی فضل قدیر صاحب ندوی مہتمم مدرسہ اسلامیہ، مولوی محمد حسن صاحب ندوی واعظ، مولوی عبدالغفور صاحب شرر ندوی اور خادم العلماء سید سلیمان ندوی، رہبرانِ قومی اور معززین میں ڈاکٹر سیف الدین کچلو، منشی سید شمس الدین صاحب سابق سکریٹری حمایتِ اسلام لاہور، آنریبل شیخ عبدالقادر، غازی عبدالرحمان، منشی احتشام علی صاحب رئیس لکھنؤ، نواب زادہ صاحب کرنالی، منشی وحید الحسن صاحب رئیس اناؤ اور دیگر اعیان و اکابر موجود تھے،

جلسہ میں عام مجلسوں کے خلافِ دستور صرف تین تجویزیں پیش ہوئیں، ایک دارالاقامہ کی تعمیر کے لیے ہر صوبہ سے ۵ ہزار کا مطالبہ، اور دوسری تجویز جس کو ندوۃ العلماء کے اس اجلاس کا ماحصل کہنا چاہیئے حسب ذیل تھی،

ندوۃ العلماء تیس سال سے جماعت علمائے کرام اور عامۃ المسلمین کی خدمت میں یہ دعوت پیش کر رہا ہے کہ اسلام کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ ہم لوگ اپنے فرقہ وارانہ نزاع اور مذہبی بحث و مباحثہ کے غلط طریقوں کو جن سے ملت کی پراگندگی، اور انتشار کو ترقی ہوتی ہے، بند کریں، اس لیے یہ مجلس اس وقت جماعتِ علماء، اور عام مسلمانوں میں جو بعض مذہبی تنازعات غلط طریقہ سے پھیل رہے ہیں ان پر سخت افسوس ظاہر کرتی ہے اور استدعا کرتی ہے کہ مسلمانوں میں اس رسوا کن تفرقہ پردازی سے پرہیز کیا جائے،

سید سلیمان نے اس کو پیش کیا، اور مولانا خلیل الرحمن صاحب سہارنپوری، مولانا عبدالرحیم ریواڑی، مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری، قاضی محمد سلیمان صاحب نے تائید کی،

تیسری تجویز اگر انجام کو پہنچ جائے تو اسلام اور مسلمانوں کی بڑی خدمت ہو، پنجاب اور اودھ کے [illegible] اضلاع، اور بمبئی کی بعض قومیں ترکہ اور میراث میں اصولِ اسلام کے بجائے رسم و رواج کو شریعت

قرار دیتی ہیں، پنجاب کے جیسے خطہ میں شریعت اسلامیہ کی یہ توہین حد درجہ افسوس کے قابل ہے، امسال قاضی محمد سلیمان صاحب نے اس تجویز کو بڑے موثر انداز میں پیش کیا، اور مسلمانانِ پنجاب سے درخواست کی کہ وہ اس قابل شرم رواج کو چھوڑ کر شریعت اسلام کو اپنا اصول بنائیں، اور ضرورت ظاہر کی کہ قانونی حیثیت سے ندوہ اس کے متعلق کچھ کرے، اور مسلمانوں میں اسکے لیے باقاعدہ تبلیغ و وعظ کا کام انجام دے، بات تو سچ ہے، مگر مشکل یہ ہے کہ یہ کام باہر سے کرنے کا جس قدر ہے اوس سے زیادہ خود مقامی علماء کو ادھر متوجہ کرنے کی ضرورت ہے، چنانچہ مولانا حبیب الرحمن صاحب لدھیانوی نے اپنی تائیدی تقریر میں ادھر ہی توجہ دلائی،

جلسہ میں جو تقریریں ہوئیں، ان میں سب سے زیادہ پسندیدہ ہمارے عزیز دوست مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی کی تقریر "روح اسلام" پر تھی، مولانا شیروانی کی تقریر حسب دستور دلآویز، موثر اور صحابہ کرام کے واقعات سے لبریز تھی، عنوانِ تقریر "حیات قرآنی" تھا، ہمارے برادر عزیز مولانا عبدالرحمن نگرامی، ندوی کی تقریر "مقاصد ندوہ" پر ماقل و دل تھی، اور ان کے متعلق ڈاکٹر کچلو کا یہ قول کہ "ہمکو ایسے ہی مولویوں کی ضرورت ہے" بالکل سچ ہے، شیخ عبدالقادر کی تقریر علوم مشرقی و غربی کی باہمی ترکیب و امتزاج پر مدلل اور معقول تھی،

پنجاب میں ندوہ کے لیے سرمایہ فراہم کرنے کا کام ڈاکٹر کچلو، عبدالرحمن صاحب غازی، مولانا حبیب الرحمن صاحب لدھیانوی، میر شمس الدین صاحب، میر غلام بھیک صاحب نیرنگ، اور مولانا داؤد غزنوی نے اپنے ذمہ لیا ہے، ہمارے مخدوم مولانا عبدالقادر صاحب قصوری اس مجلس کے صدر اور میر نیرنگ صاحب اس کے سکریٹری ہونگے، یہ ارکان پنجاب میں دورہ کرکے ۱۵ ہزار کی رقم بالفعل فراہم کرینگے،

کئی سال ہوئے سیٹھ چھوٹانی صاحب بمبئی، اور سیٹھ عبداللہ ہارون صاحب کراچی کسی جلسہ کی تقریب سے لکھنؤ آئے تھے، ندوۃ العلماء کے طلبہ نے دیگر مہمانوں کے ساتھ ان کو بھی مدعو کیا تھا، ان

دونوں بزرگوں نے وعدہ کیا تھا کہ ندوہ کے علماء اور طلبہ اگر دیگر ممالک میں تعلیم یا تبلیغ کے لیے جانا چاہیں گے تو وہ اپنے صرف سے اس کا انتظام کر دیں گے، سیٹھ چھوٹانی صاحب کا وعدہ تو ابھی تک پورا نہیں ہوا ہے، مگر سیٹھ عبداللہ ہارون صاحب نے اپنا وعدہ پورا کر دیا، مولوی نور الحق صاحب ندوی پشاوری ان کے وظیفہ سے مصر تعلیم کی غرض سے بھیجے گئے ہیں، خدا سیٹھ صاحب کو جزائے خیر دے،

مولوی نور الحق صاحب نومبر میں مصر پہنچے، بالفعل جامع ازہر کے رواق الافغان میں مقیم ہیں، جامع ازہر کی تعلیم کے متعلق اُن کی رائے اچھی نہیں، بہرحال بعض مدرسین اور علماء کا وجود وہاں غنیمت ہے، دیکھیں ہمارے یہ عزیز وہاں سے کیا لیکر آتے ہیں، ع آوازِ دہل شنیدن از دور خوش است،

مسلم یونیورسٹی میں مولوی عبدالحق صاحب مرحوم حقی بغدادی کی وفات سے ایک عربی استاذ کی جو جگہ خالی ہو گئی تھی، اس کے لیے اون کے قائم مقام کی تلاش تھی، ہم کو خوشی اور مسرت ہے کہ مسلم یونیورسٹی کے ارکان نے اس کے لیے ہمارے دوست مولانا میمن عبدالعزیز صاحب راجکوٹی، (سابق پروفیسر عربی اورینٹل کالج لاہور) کا انتخاب کیا ہے، یونیورسٹی کی یہ خوش قسمتی ہے کہ ایسا باکمال فرد اب اس کے احاطہ میں ہے، ارکان نے اس موقع پر بجید دانشمندی کو راہ دی کہ انگریزی یونیورسٹی کے کاغذی سندوں، یا صاحب زبان عرب کے نمائشی نام پر اہلیت، قابلیت اور فضل و کمال کو ترجیح دی، ہم کو اپنے دوست سے بھی کہنا ہے کہ ملت کی اس جلیل سالہ علمی امانت کی وہ پوری قدر کرینگے، اونکی صلاحیت، ن ذوق سے یہ بھی امید ہے کہ وہ یونیورسٹی کی فضا سے خود متاثر ہونے کے بجائے خود اسکو متاثر بنائیں گے، کہ مدرسۃ العلوم کے پرانے عہد کی جھلک پھر کچھ نظر آنے لگے،

ڈاکٹر محمد علی صاحب ایک غائبانہ کرمفرما مغل سٹریٹ رنگون سے اپنے ایک مکرمت نامہ کے ذریعہ مطلع فرماتے ہیں کہ ٹراونکور جہاں ابتک کوئی باقاعدہ اسلامی درسگاہ نہ تھی، اپنی ذاتی کوششوں سے مدرسہ محمدیہ نام ایک درسگاہ چار سال سے قائم کی ہے، زمین مدرسہ کی عمارت اور ضروریات مہیا ہیں، صرف دارالاقامہ کی کمی ہے جس کے لیے وہ مسلمانوں سے اعانت کے خواستگار ہیں، مدرسہ میں ان کے بیان کے مطابق اس وقت ۲۱۰ بچے تعلیم پارہے ہیں، جنمیں نومسلم اور غریب بچے بھی داخل ہیں، کیا احاطہ مدراس کے ناظرین میں سے کوئی صاحب اس مدرسہ کے واقعی حالات سے مطلع فرمائینگے، ملیبار کا علاقہ اب مسلمانوں کی خاص توجہ کا مستحق ہے،

جناب محمد اکبر صاحب نے اٹالہ، الہ آباد سے اپنی انجمن شعب الانصار کے کچھ حالات اور معائنہ کرنے والے صاحب کی کچھ رائیں بھیجی ہیں، انجمن کے تحت میں ایک لڑکوں کا مکتب، ایک لڑکیوں کا مکتب ایک کتب خانہ اور ایک دارالمطالعہ ہے، لڑکوں کی تعداد ۱۰۰، لڑکیوں کی ۹۵ ہے، کتب خانہ میں ایکہزار کتابیں ہیں، دارالمطالعہ میں متعدد اخبار اور رسالے آتے ہیں، الہ آباد میں مسلمانوں کے قومی کام کی کمی ہمیشہ محسوس ہوتی رہی ہے، اس انجمن کا موجودہ کام یقیناً تحسین کا مستحق ہے، ضرورت ہے کہ الہ آباد کے مسلمان اس غریب انجمن کی طرف توجہ کریں،

کرناٹک کے علاقہ میں تاریخی شہر ارکاٹ کے قریب ترپاتور مسلمانوں کا خاص قصبہ ہے، مدراس کے دورہ میں دوستوں کی دعوت پر وہاں بھی حاضری کا اتفاق ہوا، یہاں غالب آبادی مسلمانوں کی ہے، چند مخلص کارکن ہیں، ان کی کوششوں کا نتیجہ ایک انجمن محمدیہ ہے، اس کے تحت میں لڑکوں کا ایک مدرسہ ہے، مدرسہ دیکھا، لڑکوں کی تعداد ۱۰۰ ہے، ۷ مدرس ہیں، ان کا امتحان لیا، اردو، تامل، انگریزی، قرآن پاک، دینیات، حساب و جغرافیہ کی تعلیم ہوتی ہے، پانچ سال کا نصاب ہے، لوگوں سے معلوم ہوا کہ ارکاٹ کی ترقی کے عہد میں یہ قصبہ بھی علم و فضل کا مرکز تھا، اور یہاں بڑے بڑے فضلا گذرے ہیں، مگر اب مدت سے یہاں خاک اڑ رہی ہے، اس حالت کا چند شخصوں کو احساس ہوا، اور یہ انجمن اور یہ

مدرسہ وجود میں آیا، مگر یہاں بھی وہی رونا ہے جو ہر جگہ ہے، یعنی مالی امداد کی کمی، ہمارے خیال میں اس مقام کو حضور شہزادۂ ارکاٹ کے خاندان سے ایک خاص تعلق ہے، کیا امیر محل کے ذی حس ارباب کرم اس کی اعانت کی طرف توجہ کریں گے، کسی زمانہ میں یہ سرکار نظام کی مملکت محروسہ کا بھی جزء رہا ہے، یہ تعلق بھی کچھ کم اہمیت نہیں رکھتا، اس نسبتِ تقریب میں کرناٹک کا یہ علاقہ بھی برار کی برابری کا مدعی ہے،

اردو کی ترقی بھی ایک اعجوبہ ہے، ان علاقوں میں ہمارے ہندو بھائی ہندی کی اشاعت کے درپئے ہیں، اور ہزاروں روپیہ ماہوار اسمیں خرچ کر رہے ہیں، مگر اس بیسیوں بولیوں والی سرزمین میں اس کا حسن قبول مشکل ہے، مگر یہ دیکھکر کیسی حیرت ہوتی ہے کہ اسی سرزمین میں اردو کس طرح بڑھ رہی ہے، اس مدرسہ کے چھوٹے چھوٹے کمسن بچے، اپنی مادری زبان اروی یعنی مسلمانی تامل کے بعد جس دوسری زبان میں بے تکلف بول رہے تھے، وہ اردو تھی، اردو کتابوں کو سمجھکر پڑھ رہے تھے، انگریزی کا پہلے اروی تامل میں اور اروی سے اردو میں ترجمہ کرتے جاتے تھے، اردو کا یہ درجہ کیا ہندی کو احاطہ مدراس کے عین قلب میں کبھی میسر آسکیگا؟ مسلمان اگر تھوڑی توجہ کریں تو اردو کہاں سے کہاں پہنچ سکتی ہے،

جون ۲۵ء کے معارف میں بسلسلۂ شذرات یہ ذکر تھا کہ اسلامی علوم اور اسلامی زبانوں کی ترقی کیلئے یورپ کیا کیا کر رہا ہے، اور مسلمان کس طرح غافل ہیں، اسی تقریب سے جرمنی کے نئے رسالہ اسلامیکا اور اس کے مضامین کے مختصر عنوانات کا ذکر کیا گیا تھا، جسمیں ایک پروفیسر نکلسن کے مضمون کا بھی حوالہ تھا، اور اس کے متعلق معارف نے لکھا تھا کہ "پروفیسر نکلسن کا مضمون ڈاکٹر اقبال پر ہے، جو یورپ میں ڈاکٹر صاحب کا سب سے بڑا معترف اور مداح ہے"

پنجاب کے ایک مضمون نگار صاحب کو جو کہتے ہیں کہ وہ "اسلامیکا" کے خریدار ہیں، اب پانچ چھ مہینوں کے بعد غصہ آیا ہے کہ اپنی آنکھوں سے دیکھے بغیر یوں ہی سن سنا کر معارف نے اسلامیکا کا ذکر کیوں کیا، حالانکہ وہ دیکھکر بھی معارف کے بیان میں کوئی غلطی نہ نکال سکے، ہی، ایک غلطی نظر آئی کہ پروفیسر نکلسن کا مضمون ڈاکٹر اقبال پر نہیں، بلکہ ڈاکٹر صاحب کی کتاب پیام مشرق پر ہے، دوسری غلطی یہ بتائی گئی ہے کہ یورپ میں ڈاکٹر صاحب کے سب سے بڑے معترف اور مداح صرف نکلسن ہی نہیں ہیں بلکہ اور بھی بیسیوں ہیں، اور تیسری غلطی یا الزام یہ قائم کیا گیا ہے کہ معارف نے پیام مشرق پر مفصل ریویو لکھنے کا وعدہ کیا تھا، وہ اب تک کیوں پورا نہ ہوا، اور اس کے بعد اقبال کے یورپین مداحوں، اور ہندوستان کے غیر مسلم معترفوں کی طویل فہرست دیگئی ہے، جنھوں نے وقتاً فوقتاً ڈاکٹر اقبال پر کچھ لکھا ہے، اور یہی فہرست اس مضمون کا اصلی اور طویل مواد ہے،

اگر اس بحث میں ڈاکٹر اقبال کی شخصیت درمیان میں نہ ہوتی، تو ہم اس کا ذکر بھی نہ کرتے، معارف کی اس تقریب سے مضمون نگار کا اقبال کی مدح وستائش، اور ان کے معترفوں کی اس تفصیل پر مضمون لکھنے اور معارف سے باز پرس کرنے پر ایک چشمہ کے کنارے، بھیڑیے اور بکری کے بچے کا مشہور لطیفہ یاد آگیا، صاحب مضمون کو اگر ڈاکٹر اقبال کی اس حیثیت کو نمایاں کرنا تھا تو اس کے لیے معارف کے شذرہ، کو سبب باعث بنانا ذہانت اور طباعی کا کوئی عمدہ ثبوت نہیں ہے، ڈاکٹر اقبال کی ہر حیثیت کو نمایاں کرنا ہر قدر شناس کا فرض ہے، اور اس کیلئے خود ڈاکٹر اقبال کے فضل و کمال کے علاوہ کسی اور سبب باعث کی تقریب و تمہید کے تلاش کرنے کی حاجت نہیں،

معارف، اسلامیکا پر ریویو نہیں کر رہا تھا جو اس کے تمام خط و خال کا نقشہ کھینچتا، صرف سلسلۂ سخن میں یورپ کی علمی کوششوں کو جو وہ اسلامی علوم اور زبانوں کے متعلق کر رہا ہے وہ ذکر کر کے مسلمانوں کو متنبہ کرنا چاہتا تھا، اس پر تقریظ نہیں لکھ رہا تھا،

ہر سخن جائے و ہر نکتہ مکانے دارد،

معارف کی اس کوشش کا تو احسان مانئے کہ وہ علمی خبر ان کو قدر دانوں کے کانوں تک پہنچاتا رہتا ہے، آپ اسلامیکا کے اصلی خریدار تھے، آپ کو بھی معارف کے چھ مہینوں کے بعد پھر بھی معارف ہی کی تقریب سے اس کے ذکر کی توفیق ملی،

معارف کو ڈاکٹر اقبال کی خدمت میں ہمیشہ سے نیاز حاصل تھا اور ہے، شاید آپکو معلوم نہ ہو کہ بانگ درا کی اشاعت کیلئے جہاں اور ہزاروں شائقین کی فرمائشیں ہونگی، وہاں اڈیٹر معارف کی تحریک کو بھی دخل ہے، اسرار خودی کے انگریزی ترجمہ پر انگریزی میں جس قدر تقریظیں نکلیں وہ معارف ہی کے بدولت اردو میں چھپیں، اور آپنے بھی انھیں کا آخر حوالہ دیا، پیام مشرق پر گو تفصیلی ریویو کا موقع نہ ملا تاہم شذرہ میں جو مختصر رائے اس پر ظاہر کی گئی اس سے زیادہ کوئی اور کیا کہہ سکتا ہے؟

چونکہ معارف یوپی سے شائع ہوتا ہے، اسلئے مضمون نگار صاحب معارف کیساتھ تمام یوپی پر برس پڑے ہیں، فرماتے ہیں

"اقبال یوپی کے تھکے ہوئے لوگوں کی خانہ جنگیوں سے آزاد رہتا ہے، اور اسکے قدر دان بھی وہی لوگ ہیں جو ان تنگ خیالیوں سے بالا ہیں"

اس فقرہ کو کامریڈ کے اڈیٹر نہ سن لیں، کہ پنجاب کی "خانہ جنگیوں" پر حسب معمول ایک اور طویل آرٹکل لکھ ڈالیں، پنجاب کے لڑاکے کیا خانہ جنگیوں سے تھک کر اب صوبہ جنگی کے لیے تیاری کر رہے ہیں، ہم اسکیلئے پہلے ہی سے سپر ڈال دیتے ہیں،

"مضمون نگار" کا اب بھی غصہ نہیں اترا ہے، یوپی سے بڑھکر اب سارے ہندوستان کے اخبارات اور رسالوں پر غصہ ہے کہ دسمبر ۱۹۲۳ء کے دلی کانفرنس میں ڈاکٹر اقبال کو ملک الشعراء کا خطاب دیا گیا تھا، پھر بھی

"ملک کے علمبرداران ادب اور اڈیٹران اخبار کا ڈاکٹر صاحب موصوف کو اس خطاب سے یاد نہ کرنا محض تعصب پر مبنی ہے مگر ہم اپنے ملک کا کہاں تک گلہ کریں،"

ہمارے خیال میں مضمون نگار صاحب اقبال کے اصلی جوہر کو خود نہیں پہچانتے، ورنہ یہ جانتے ہیں کہ شہرت کی انتہا اور حسن قبول کا آخری خطاب کیا ہے، اقبال کے لیے آج بھی "ملک الشعراء" اور "سر" اور "ترجمان حقیقت" کے نقلی خطابات کی احتیاج، ننگ ہے کمال نہیں، شہرت کی انتہا یہ ہے کہ تنہا نام ہزار شاہی القاب اور معززانہ خطابات سے بالاتر ہو جاتا ہے، سعدی، حافظ، غالب کیلئے خطابات فخر نہیں ہیں، یہ نام خود دوسرے باکمالوں کے لیے آج فخر کی نسبت ہیں،

سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست،

مقالات

مسلمانوں کی بے تعصبی،

کی

ایک اور دستاویز

ڈاکٹر منگانا کی کوششیں

مسلمانوں کیلئے ڈاکٹر منگانا کا نام گوش آشنا ہوگا یہ انگلستان کے کتبخانہ رلینڈس Rylands library کے قلمی نسخوں کے نائب ناظر ہیں، اس تقریب سے وہ اپنے قلمی نسخوں کی ہمیشہ "تلاشی" لیا کرتے ہیں، کہ لوگوں میں ہیجان پیدا کرنے کی کوئی چیز برآمد کرکے دنیا کو خبردار کریں، اس سلسلہ میں سنہ ۱۹۱۲ء سے انھوں نے خاص مسلمانوں کی طرف توجہ کی ہے، اور ان کی بڑی کوشش یہ ہے کہ مسلمانوں کے اس فخر کو مٹا دیا جائے کہ اُن کا آسمانی صحیفہ ہر قسم کی غلطیوں، تحریفوں، اور آمیزشوں سے پاک ہے، چنانچہ اس ناپاک ارادہ کے لیے انھوں نے قرآن مجید کا ایک نیا نسخہ اپنے کتبخانہ سے نکالا اور اس کو موجودہ نسخوں کے مطابق کرکے بتایا کہ دس پانچ جگہ اُن کے نسخہ سے مسلمانوں کا قرآن مختلف ہے، اسی زمانہ میں علمائے محققین نے جنمیں حضرت الاستاذ مرحوم بھی تھے، یہ ثابت کردیا کہ یہ املا کا فقط فرق اور طرز ہے، جس کے پڑھنے میں ڈاکٹر صاحب نے یہ غلطی فرمائی ہے، اور کہیں کہیں قواعد کے رو سے ان کا نسخہ خود غلط ہے، قیاس چاہتا ہے کہ کسی جاہل عیسائی نے یہ نسخہ اپنے لیے خود لکھا ہوگا،

اس فتنہ کے فرو ہونے کے بعد اس سال سنہ ۱۹۲۵ء کے آغاز میں انھوں نے ایک نیا جال پھیلایا، سریانی خط میں قرآن مجید کا ایک نسخہ دریافت کیا، اور اس کو مسلمانوں کے قرآن سے ملا کر کچھ اختلافات نکالے، اور بڑے زور کی زبان سے حسب معمول اوسکی تمام دنیا میں تشہیر کی، یہ نسخہ بھی سریانی خط میں کسی عیسائی کا ترتیب دیا ہوا ہے، چنانچہ یہ ترکیب بھی اونکی کارگر نہ ہوئی، اور دنیا نے اون کو متعصب ہی سمجھا، اور مسلمانوں نے تو اونکی نسبت جو خیال کیا کیا، چنانچہ مسلمانوں میں جسقدر اون کی پہلی حرکت پر ہیجان پیدا ہوا تھا، دوسری پر نہیں ہوا، مصر و ہندوستان کے ایک دو عالموں کے علاوہ اور کسی نے اوسکی طرف توجہ بھی کی، اور اسکو التفات کے لائق بھی سمجھا،

ڈاکٹر صاحب یہ خوب اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ اون کی یہ کوششیں بیہودہ ہیں، اور یہ مسلمانوں کے اعتقاد کی بنیاد کو ہرگز نہ ہلا سکیں گی، تاہم وہ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی پاکدامن معصوم کی بدنامی کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اسکی نسبت کہیں کچھ کہا گیا ہے، اس طرح کہنے میں تو بات آجائے گی وہ خواہ غلط ہی کیوں نہ ہو،

اسلامی علوم و فنون اور عربی زبان کی واقفیت کا معیار یورپ میں معمولی حرف شناسی بھی ہے ہمارے ڈاکٹر صاحب کی فضیلت کا درجہ بھی اس سے زیادہ اونچا نہیں معلوم ہوتا جیسا کہ قرآن کے نسخوں کے بعض املاؤں کے پیش کرنے سے ظاہر ہوتا ہے،

ڈاکٹر صاحب نے اس کے بعد ترکوں کی نئی اٹھان، اور نئے میلان خاطر کو دیکھکر ان کو عیسائیت کی طرف مائل کرنے کی ایک نئی تدبیر سوچی، اپنے کتبخانہ کے انبار سے چند پرانے کاغذات نکال لائے، جن سے یہ ثابت کر دیا کہ اسلام سے پہلے وسطی ایشیا کے بڑے حصہ کے لوگ جنمیں موجودہ عثمانی ترکون کے اسلاف بھی ہیں، مذہبًا عیسائی تھے، یہ تحقیق ایسی بنیادوں پر قائم ہے جنکی معاصر اسلامی تاریخیں کبھی تائید نہیں کر سکتیں، تاہم وہ اسلیے پھیلائی جارہی ہیں کہ شاید یہ چیز ترکی کے اس انقلاب میں کچھ کار آمد ہو جائے،

اس کے بعد موصل میں عیسائیوں کے اخراج کا قصہ پیش آتا ہے، جنگ کے بعد سے عراق میں یہ کوشش اسلیے تصنیف ہو رہی ہے کہ یورپین سلطنت کسی ملک پر اس وقت تک کامیاب حکومت نہیں کر سکتی،

جب تک اس میں لڑانے کے لیے مختلف قومیں پیدا نہ ہوں، اس نئی قوم کا نام "اسیرین عیسائی" رکھا گیا ہے ضرورت ہے کہ بغداد کی نئی خلافت میں جس کا ہارون الرشید امیر فیصل ہے، عیسائیوں کو اعلیٰ سے اعلیٰ حقوق دیئے جائیں، اس کام کے لیے اہل سیاست تو کچھ کر ہی رہے ہونگے، لیکن اہل علم اصحاب جو سیاسیات کے شور و غوغا سے یکسو ہو کر تنہائی کے گوشوں میں بیٹھکر علم کی خدمت کر رہے ہیں، انھوں نے بھی اپنے خدمات پیش کر دیئے ہیں، چنانچہ اس کے لیے بھی حسب معمول ڈاکٹر منگانا اپنے مطالعہ کے کمرے سے ایک نیا کاغذ لیکر سامنے آئے ہیں، یہ بغداد کے ایک عباسی خلیفہ کا فرمان ہے جو اوسنے اپنی عیسائی رعایا کو عنایت کیا تھا، اس میں عیسائیوں کے ساتھ ہر طرح کی مراعات، رواداری اور حقوق کا وعدہ کیا ہے، ڈاکٹر صاحب اکتوبر ۱۹۲۵ء کی بیچ کی تاریخون میں اپنی اس نئی دریافت کو ریوٹر کی زبانی ان لفظوں میں مشتہر کیا کہ "ڈاکٹر منگانا نے مکتفی خلیفہ دوم کا ایک فرمان دریافت کیا جسمیں عیسائیوں کو قومی حیثیت سے بہت سی مراعاتیں دیگئی ہیں"۔ واقف کاروں نے "مکتفی خلیفہ دوم" سنکر اوسی وقت ڈاکٹر صاحب کی اس عظیم الشان تاریخی تحقیق پر مسکرا دیا، اس کے چند روز کے بعد ڈاکٹر صاحب کو ہوش آیا اور اپنے تاریخی بیان کی تصحیح کی کہ "مکتفی خلیفہ دوم" نہیں، لوگ "خلیفہ مکتفی دوم" پڑھیں، چنانچہ یہ تصحیح اوسی زمانہ میں ہندوستان پہنچ گئی، اور اب مانچسٹر گارجین کے ذریعہ سے کامریڈ مورخہ ۴ دسمبر ۱۹۲۵ء میں اوسکی جو پوری روداد آئی ہے، اس میں بھی مکتفی دوم کا نام جلی حرفوں میں موجود ہے، مگر ہمارے بیسویں صدی کے انگریز مورخ کو یہ معلوم نہیں ہے کہ بغداد کے خلفائے عباسیہ میں کبھی ایک لقب کے دو خلیفہ نہیں گذرے ہیں، اسلیئے عباسی خلیفوں کے نام میں اول اور دوم لگانا مضحکہ خیز ہے،

ڈاکٹر صاحب نے کسی یورپین زبان میں عباسیہ کی کوئی بے احتیاطی سے چھپی ہوئی تاریخ پڑھی ہوگی جسمیں ک اور ق کا فرق نمایاں نہ کیا گیا ہوگا، حالانکہ مستشرقین نے اس باب میں بڑی احتیاط کی ہے، اور عربی کے خاص خاص الفاظ کے لکھنے اور پہچاننے کی الگ الگ علامتیں مقرر کر دی ہیں، اور وہ عام طور سے اب مستعمل ہیں جن سے حروف کی الگ الگ شناخت ہو گئی ہے، اور ڈاکٹر صاحب بھی اُس کو سمجھ سکتے تھے،

بغداد کے عباسی خلفاء میں دو خلیفہ گذرے ہیں ایک کا نام مکتفی باللہ ہے، جس نے ۲۹۵ھ میں وفات پائی، دوسرا مقتفی لامر اللہ ہے، جس نے ۵۵۵ھ میں وفات پائی ہے، اس فرمان کا تعلق مکتفی باللہ سے نہیں ہے، نہ اول سے نہ دوم سے، بلکہ مقتفی لامر اللہ سے ہے، اور ان دو ناموں میں، انکی شخصیتوں میں، ان کے کارناموں میں، اور ان کے زمانوں میں آسمان و زمین کا فرق ہے،

اب اس عجیب و غریب اور قیمتی فرمان کی اصلیت سنیئے، یہ فرمان کا اصل کاغذ نہیں ہے، بلکہ ایک کتاب کی تحریر ہے، خلفاء اور سلاطین کے درباروں میں اونکی طرف سے مراسلات، خطوط اور فرامین لکھنے کے لیے اپنے اپنے زمانہ کے مشہور ادیب اور انشاپرداز منتخب ہوتے تھے، یہ ادیب و انشاپرداز اپنے مراسلات اور تحریروں پر جو محنت صرف کرتے تھے، اس کو باقی رکھنا چاہتے تھے، اور لوگ بھی اونکی اس کد و کاوش کی قدر کرتے تھے، اور انکی فصاحت و بلاغت و انشاء کے یہ نمونے مختلف مجموعوں میں جمع کرتے تھے، ان کو رسائل و منشآت عربی و فارسی میں کہتے ہیں، چنانچہ ان دونوں زبانوں میں بیشمار ایسے مجموعے موجود ہیں،

خلیفہ مقتفی، خلیفہ مقتدر کے بعد یعنی تقریباً سوا سو برس کے بعد عباسی خلافت نے نئے برگ و ساز پیدا کیے، سلجوقی سلاطین کا زور گھٹا، اور نور الدین و صلاح الدین جیسے دیندار اور طاقتور سلاطین نے عباسی خلافت کے آگے جھک کر اس میں نئی قوت پیدا کر دی، خلیفہ مقتفی خود بھی نہایت لائق، دیندار، اور طاقتور تھا، اس نے عراق میں عباسیوں کی حکومت کو از سر نو ترتیب دیا، اور ملک میں خلافت کا وقار اور اثر دوبارہ پیدا کیا، بڑے بڑے نامور لوگ اس کے گرد جمع ہوئے، منجملہ اُس کے کتابت اور انشاء کے منصب پر اس نے اپنے زمانہ کے ادیب ابو نصر کو فائز کیا، جس نے ۵۴۵ھ میں وفات پائی،

ادیب ابو نصر کے ایک لائق اور فاضل بھائی ابو المعالی کافی الکفاۃ محمد بن ابی سعید تھے جو ابن حمدون کے نام سے مشہور ہیں، یہ خلیفہ مستنجد باللہ کے جو ۵۵۵ھ میں مقتفی کے بعد تخت نشین ہوا تھا، کاتب الانشاء تھے، ابن حمدون نے فن محاضرہ میں تذکرہ نام ایک کتاب لکھی ہے، جس کے متعلق اہل ادب کی متفقہ رائے ہے کہ یہ اپنے موضوع

بہترین کتاب ہی، تاریخ، ادب، لغت، نوادر، اور شعر و شاعری کا بیش بہا مجموعہ ہے، لیکن یہی کتاب مصنف کی نکبت اور مصیبت کا باعث ہوئی، مستنجد باللہ کے مطالعہ سے جب یہ کتاب گذری تو اس نے اس میں ایسے واقعات پائے جس سے اس کو یہ خیال ہوا کہ ہماری سلطنت پر اس میں بیجا اعتراضات ہیں، مصنف قید ہوا، اور ۵۶۲ھ میں مرکر اس سے آزاد ہوا،

ابن حمدون نے اپنے اسی تذکرہ میں ابو نصر کا لکھا ہوا وہ فرمان نقل کیا ہے، جو خلیفہ مقتفی لامر اللہ نے عیسائیوں کو عطا کیا تھا، ڈاکٹر منگانا نے اسی فرمان کو تذکرہ سے نقل کر کے بیسوین صدی میں ایک تاریخی انکشاف کیا ہے، ایک زمانہ میں اس تذکرہ کے نسخے اس کثرت سے لوگوں کے پاس تھے کہ ابن خلکان لکھتا ہے، ھو مشھور کثیر الوجود لیکن آج یہ حالت ہو کہ ہم کو اس کا حال سات سمندر پار کے ایک انگریز محقق سے معلوم ہوتا ہے،

بہرحال ابن حمدون کے اس تذکرہ کے حوالہ سے ڈاکٹر منگانا نے خلیفہ مقتفی لامر اللہ کے جس فرمان کو شائع کیا ہے، اور اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے، اس نے انگلستان میں کسی سبب سے بڑی اہمیت حاصل کی، بڑے بڑے اخبارات نے اس پر نوٹ لکھے، ریوٹر نے اپنے برقی پیغاموں میں اسکو داخل کیا، اور اس کے ذریعہ سے تمام دنیا میں اس واقعہ کی شہرت ہوئی، اور اس تقریب سے اخبارات نے خلفائے اسلام کی بے تعصبی اور رواداری پر موافقانہ مضمون لکھے، ہمارے ملک کے انگریزی اخبارات نے بھی اس سے دلچسپی لی، مدراس کے اینگلو انڈین اخبار نے اکتوبر کی کسی بیچ کی تاریخ میں اس پر ایک خاص افتتاحی مقالہ لکھا، اور اس اثر کو جو اس اہم دستاویز کی اشاعت سے مسلمان خلفاء کی بے تعصبی کے متعلق پیدا ہوا تھا، زائل کرنا چاہا، اور ثابت کیا کہ یہ ایک خلیفۂ وقت کا ذاتی فعل تھا، جس سے تمام خلفاء کے طرز عمل پر استدلال نہیں کیا جاسکتا تھا، پھر اسی سلسلہ مین مسلمانوں کے عہد میں ذمیوں کے حقوق کی بحث چھیڑ دی ہے، یہ ایک پرانی اور فرسودہ بحث ہے، حضرت الاستاذ نے اسپر جو کچھ لکھا ہے، وہ اس بحث پر آخری حرف ہے،

بہرحال اس قسم کے اخباروں کو چھوڑ کر عموماً تمام اخباروں نے اس دستاویز کو خلفائے اسلام کی بے تعصبی اور رواداری کا بہتر ثبوت تسلیم کیا ہے، ڈاکٹر منگانا کا مقصد جو کچھ ہو مگر اسکی اشاعت سے اسلام کو فائدہ پہنچا،

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

یہ سند نسطوری عیسائیوں کے پیٹریارک عبدیشوع سوم (۱۱۳۸ء تا ۱۱۴۷ء) کو خلیفہ کی طرف سے دی گئی تھی اس کی نسبت ڈاکٹر گپی DY: G ... جو منڈ کور بالا کتبخانہ کے لائبریرین ہیں اپنی تعلیق (نوٹ) میں لکھتے ہیں

"کہ یہ سند اگلے خلفاء کی اپنی عیسائی رعایا کے ساتھ کامل رواداری اور حفاظت کی پالیسی کو ثابت کرتی ہے"

ڈاکٹر منگانا اس سند کے انگریزی ترجمہ کے ساتھ اس پر حسب ذیل تعلیق (نوٹ) لکھتے ہیں:

یہ ضرورت ہمیشہ محسوس کیجاتی ہو کہ ایک مستند بیان اس کے متعلق پیش کیا جائے کہ جس زمانہ میں اسلام کے ہاتھ میں لاکھوں عیسائیوں کی موت و حیات کا فیصلہ تھا، اسلام اور عیسائیت کے درمیان سرکاری روابط کس قسم کے تھے، انفرادی حیثیت سے ممکن ہے کہ عیسائیوں کو مسلمانوں کے ہاتھ سے ایذا میں پہنچی ہوں، ایسی مثالیں تاریخ میں بھی کہیں کہیں ملینگی کہ کسی صوبہ کے گورنر یا قاضی نے مذہبی جنون میں آکر یا کسی نیم دیوانہ شیخ اور عالم نے اپنے کسی مجنونانہ تخیل کی بنا پر عیسائیوں پر ظلم کئے ہیں، خلفاء میں سے بھی ایک دو نے مثلاً متوکل نے ضرور عیسائیوں کے خلاف بعض تکلیف دہ احکام نافذ کئے تھے، لیکن ان واقعات کو اگرچہ انکی تعداد کسی قدر زیادہ ہو اصول مذہب اور قانون کے خلاف سمجھنا چاہئیے اور وہ لوگ جنکی وجہ سے یہ واقعات سرزد ہوئے اسی طرح قانون کی خلاف ورزی کے مجرم تھے جس طرح ہر مجرم ہوتا ہے،

اسلام کا اس بارے میں جو طرز عمل رہا ہے وہ اس چارٹر (سند فرمان) میں صاف الفاظ میں درج ہے جو شک و شبہہ کی گنجائش کے بغیر اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ باوجودیکہ اسلام کا نظام سلطنت بعض تمدنی امور میں مکمل نہ رہا ہو، لیکن اس کا دامن نارواداری کے دھبہ سے پاک تھا،

یہ فرمان ایک عباسی خلیفہ کے ایوان حکومت سے جاری ہوا، لیکن کیا کوئی انگریز بادشاہ، ڈنمارک کی ملکہ یا فرانس کا پریسیڈنٹ اس بیسویں صدی میں اس سے زیادہ روادارانہ فرمان اپنی بیشمار مسلمان رعایا کے حق میں لکھ سکتا ہے؟ جس طرح انجیل، انکویزیشن کے مظالم کی محرک نہیں کہی جاسکتی، اسی طرح قرآن کی

طرف بھی وہ مظالم منسوب نہیں کیے جا سکتے جو اُدہٗ میں عیسائیوں کے ساتھ بعض اوقات برتے گیے، یا قتل عام کے وہ واقعات جو ماضی قریب کی تاریخ میں ہوئے ہیں۔

سیاسیات تجاوز پسندی کے ولولے (شخصی اقتدار پسندی) اور اقتصادی مصالح مذہب سے بالکل مختلف چیز ہیں

ڈاکٹر صاحب نے ان اخیر سطروں میں جو کچھ فرمایا ہے، اس کے بدلہ میں یہ لکھتے تو اچھا تھا کہ جن صدیوں میں عیسائی مُسلمان ملکوں میں اس امن و آسائش سے رہتے تھے، ان صدیوں میں مسلمان عیسائی ملکوں میں کس طرح رہتے تھے اور کیا ان کے لیے ممکن تھا کہ وہ یورپ کے کسی ملک میں اُس عہد میں گذر رسکیں؟

بہر حال اب اس سند کو پڑھنا چاہیئے جو خلیفہ مقتفی لامر اللہ نے اپنی عیسائی رعایا کو عطا کیا تھا، عبارت تمامتر تکلف اور آورد کے انداز میں ہے، آدھی عبارت حمد و نعت میں ہے، اصل مطلب یہاں سے شروع ہوتا ہے

فرمان

حمد ہو اس خدا کے لیے جس نے امیر المومنین کو اسکی آبائی میراث شرفِ خلافت سے ممتاز اور خلعتِ امامت سے آراستہ کیا جو خدا کی بہترین نعمت ہے اور جس نے اس کو منصب عالی دیا جسکے سامنے تعظیم کے لیے گردنیں جھک جاتی ہیں، اور جسکی بناپر ہر طرح کے دینی و دنیاوی اعزازات اس کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں جسنے اپنے دائرہ حکومت میں عدل و انصاف کے ستارے اس طرح روشن کر دیے ہیں کہ وہ کبھی غروب نہیں ہو سکتے اور جس نے مساعی تجارت کو ایسا فروغ بخشا ہے کہ خریدار کو کسی قسم کا نقصان، بندش اور مضرت نہیں پہنچ سکتی اس نے اپنے حسنِ سیاست سے بلادِ اسلام کی ایسی حفاظت کی ہے کہ اسکی رعایا ہر خطرہ سے محفوظ، اور اس کا شفاف پانی ہر آلائش سے پاک ہے، اور تیغِ اسلام کی باڑھ میں دندانے نہیں پڑ سکتے اور پیروانِ دین پر کسی قسم کی آنچ نہیں آسکتی، اس نے علاوہ بریں اپنی رعایا کو ایک ایسا عطیہ دیا ہے، جس نے ان کو ہر آندرست دور کر دیا ہے اور اُن کے نیزوں کو ٹیڑھے ہونے کے بعد پھر سیدھا کر دیا ہے اُنکو منتشر اسباب فلاح کو جمع اور ذرائعِ ترقی میں اضافہ کر دیا ہے،

اس کی رعایا کو اس کے انصاف کے ہاتھوں نے گھیر رکھا ہے اور وہ خوش ہیں کہ اسکی عنایتوں سے اُنھوں نے مصائب و آلام کو دور پھینکدیا اور راحت و آرام کی راہ میں داخل ہوئے، ہر طرح کی فراوانی کے باعث انھوں نے اپنے دلوں میں ٹھان لیا ہے کہ وہ اس کے فرمانبردار اور اس کے موروثوں کے لیے دعا گو رہیں گے، انھوں نے اب اپنی توقعات کو بلند کر لیا ہے حالانکہ پہلے وہ توقعات بندشوں میں تھیں اور انھوں نے اپنے تمام دشمنوں کو پامال کر دیا ہے جو اُن پر حملہ آور تھے،

وہ (امیر المومنین) بذات خود خدا سے صرف یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ ان کو اس عطیہ کے شکر کی توفیق دے، اور خلیفہ کا بار بار اس کا تذکرہ کرنا اس بات کی علامت ہے کہ اس عطیہ میں جو کچھ خود اس نے دیا ہے وہ اسکی بہت زیادہ قدر کرتا ہے، اس (خلیفہ) کی کامیابی صرف خدا کے ذریعہ سے ہوگی، اور وہ اسی کی طرف آخر کار رجوع کرے گا،

چونکہ خدا نے امیر المومنین کو اپنے بندوں کے معاملات کا منتظم بنایا ہے اور اپنی زمین اپنے بلاد کا بار اس کے اوپر ڈالا ہے، اسلیے وہ اپنی رعایا پر نہایت باخبر آنکھوں سے حکومت کرتا ہے اور انکی فلاح کی نہایت خبر گیری کے ساتھ حفاظت کرتا اور انکی بہبود کے لیے اس توجہ سے کام کرتا ہے کہ وہ ان کے تمام اندیشوں کو مٹا دیتا ہے، اور ان کی رسیوں کو جوڑ دیتا ہے اور ان کی چراگاہوں کو گھاس سے بھر دیتا ہے اور انکی تمام دلی خواہشوں کو پورا کر دیتا ہے؛

اس کی یہ توجہ محض مسلمانوں ہی پر نہیں ہے بلکہ وہ تمام لوگ جنکے ساتھ امیر المومنین کا معاہدہ ہے خواہ وہ دور رہوں یا نزدیک اور رعایا کے مختلف طبقوں میں سے جو اہل کتاب اس عہد محافظت کی شرائط میں داخل ہیں جنکی شریعت نے ذمیوں کے متعلق ذمہ داری کی ہے، اس کا (خلیفہ کا) ظلِ عاطفت ان سب تک پہنچتا ہے، چنانچہ انکی آنکھیں اور ان کے کان اس کے گواہ ہیں،

میں نے تیری درخواست امیر المومنین کے سامنے پیش کی اور عرض کیا گیا تو اپنی قوم کے دخادا

لوگوں میں سب سے لائق اور سب سے زیادہ نیکی اور اصلاح (Saintliness) سے قریب ہے، اور تجھ میں وہ تمام اوصاف اور خوبیاں جمع ہیں جو تجھے سب سے ممتاز بنا دیتی ہیں اور عہدۂ جاثلیق (Catholicate) کے لیے تمام ضروری شرائط، اوصاف اور خوبیوں کا تو جامع ہے، میرے ساتھ، عیسائیوں کا ایک وفد بھی تھا جو اس عہدہ کے تمام قواعد سے واقف تھا، انھوں نے یہ عرضداشت پیش کی کہ وہ تیرے حقوق کی جانچ اور تحقیق کے بعد اس نتیجہ تک پہنچے ہیں کہ جاثلیق (Catholicos) کی ضرورت ہے جو ان کے (عیسائیوں کے) معاملات کی نگرانی اور ان کی اجتماعی ضرورتوں کا انتظام کرے، اور ان لوگوں نے اپنی متفقہ مرضی سے فیصلہ کر کے تجھ کو لیفہ مذہب کی سرداری کا شرف بخشا ہے تاکہ تم لوگوں کے معاملات کا انتظام ہو اور تمھاری ضرورتیں پوری کیجائیں اور تم میں سے زبردست اور زیردست سب کے ساتھ انصاف ہو، انھوں نے درخواست کی کہ تیرے انتخاب کی توثیق بذریعہ فرمان کردی جائے تاکہ اس عہدہ کا اساس مستقل اور اسکی بنیاد مضبوط ہو جائے،

لہذا امیرالمومنین نے حکم دیا کہ انکی درخواست منظور کیگئی اور ان کی خواہش پوری کیگئی، اسلام کی امامت کبریٰ (خدا اس کے احکام کو ہمیشہ کامیابی کا تاج پہنائے) کا یہ فرمان بذریعہ اس (تحریر) کے عطا کیا جاتا ہے۔ تو ان تمام نسطوری عیسائیوں کا جاثلیق Catholicos ہو جو اس دارالاسلام (بغداد)، اور دیگر بلادِ اسلام میں آباد ہیں تجھکو ان کا سردار کیا جاتا ہے، اور نیز یونانی، یعقوبی اور ملکیہ فرقوں کا بھی خواہ ان کی نمائندگی یہاں کیگئی ہو یا نہ کیگئی ہو، اور جو ان (نسطوریوں) کے ساتھ کسی دوسرے ملک میں مخالفت رکھتے ہیں،

تیرے تمام اہل مذہب میں صرف تجھ کو، گرجاؤں میں اور مذہبی جلسہ گاہوں میں کیتھولیکیٹ کے نشانات پہننے کا اختیار ہے، کسی آرچ بشپ، بشپ یا ڈیکن کو ان کے پہننے کا یا ان میں شرکت

کرنے کا استحقاق نہ ہوگا کیونکہ اس بات کی نشانیاں ہیں کہ وہ اس عالی منصب اور عزت کے تحت میں جو تجھے بخشی گئیں،

اگر ان عہدہ داروں میں سے کوئی تیرے ساتھ مخاصمت یا اختلاف کرے گا یا تیرے احکام سے بغاوت کرے گا اور تیرے فیصلوں کو نہ مانے گا اس پر مقدمہ چلا کر سزا دیجائے گی تاآنکہ وہ باز آجائے اور اسکی ضد مٹ جائے تاکہ دوسروں کو ایسا کرنے کی جرأت نہ ہو اور تمھارے قوانین کے احکام کلیۃً محفوظ رہیں،

امیرالمؤمنین نے اپنے پیشرو ائمہ سے مستند طریق عمل کے اتباع میں جو انھوں نے تیرے پیشرو جاثلیقوں کے ساتھ برتتے تھے یہ قانونی حقوق تیرے پیرؤوں کو عطا کیا ہے،

کہ تیری جان، مال اور تیری قوم کی جان و مال کی حفاظت کیجائیگی،

تمھاری بہبود کی ترقی میں کوشش کیجائے گی تمھارے طریق دفن وکفن کا احترام کیا جائے گا، تمھارے گرجاؤں اور خانقاہوں کی حفاظت کیجائے گی،

اس معاہدہ کی شرائط کی تعبیر میں ہم اس طریق عمل کے پابند ہیں جو اپنے اصول کے سخت پابند (آرتھوڈاکس) خلفا کا تھا اور جسکی اتباع ہمارے ائمہ اسلاف رضی اللہ عنہم کرتے رہے، یہ کہ ہم تم سے راضی رہیں گے بشرطیکہ تم Capitationta (جزیہ) ادا کرتے رہو جو تمھارے عاقل بالغ اور ذی مقدور مردوں سے لیا جائے گا نابالغ مرد اور عورتیں اس سے مستثنےٰ ہیں، یہ ٹکس شرع کے رجحانہ اصول کی سخت پابندی کے ساتھ سال میں ایک مرتبہ وصول کیا جائے گا،

امیرالمومنین نے اپنی مہربانی سے عیسائیوں کے مختلف فرقوں کی نزاعات میں حکم بننا منظور کر لیا ہے، تاکہ زبردست سے زیردست کا انصاف حاصل کیا جائے اور گمراہوں کو راہ پر لایا جائے اور ان کی مذہبی ضروریات کے لحاظ سے انکی خبرگیری کیجائے اور وہ اپنے مذہب پر صاف اور سیدھی

راہ سے عمل کر سکیں،

ان انعامات کا جو تجھ کو عطا کیے گئے ہیں مستحق ہیں جو تیری روح کی خواہشوں کو پورا کرتے ہیں اور امیر المومنین کے لیے شکر گذاری، احسان مندی، اور وفاداری کے ثبوت میں دعا اور طلب رحمت کیا کر،

تمام آرچ بشپ، پادری اور بشپ جن کے نام اوپر لیے گئے ہیں اُن کا فرض ہے کہ اس طرح سے امیر المومنین کی اطاعت کریں، اور تابعداری اور فرماں برداری سے اوس کی مہربانی حاصل کریں،

پیامِ امن

از

مولوی عبد الماجد صاحب بی اے

موسیو جرڈ پال ایک فرانسیسی مصنف کے خیالات در بارۂ امنِ عالم واخوتِ انسانی و خون آشامی دول یورپ کی ترجمانی ہے اس کے بعد مولوی صاحب موصوف کا تبصرہ ہے جس مین انھین مسائل پر انجیل اور قرآن کی تعلیمات کی تفصیل ہے اردو مین بالکل نئے خیالات ہین، لکھائی چھپائی وکاغذ اعلیٰ ضخامت ۱۲۰ صفحہ قیمت عہ

"منیجر"

دنیا میں قرآن شریف کے نایاب نسخے اور اونکی خصوصیات وکیفیات،

(۲)

از

شمس العلماء مولوی حافظ نذیر احمد صاحب محقق آثار قدیمہ عجائب خانہ، کلکتہ

(سلسلۂ مارچ ۱۹۲۵ء)

خدیو مصر کے کتب خانہ کے قرآن شریف،

نمبر ۱۲، یہ نصف اول، مصحف شریف، ہرن کی کھال پر خط کوفی میں لکھا گیا ہے، طلاکاری سے مرصع ومزین ہے، ۱۹ سطور اور ۲۰۹ اوراق ہیں، دو لوح میں مجلد ہیں، خرما کی چھال اور تنہ کی جلدیں ہیں، اور آخر میں معمولی خط میں لکھا ہے کہ امام جعفر صادق[1] کی تحریر ہے:-

"ان هذا النصف بخط الامام الصادق عن الله الامین جعفر بن الامام محمد الباقر بن الامام ابی الحسن علی زین العابدین بن الامام السبط الحسین بن الامام علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ورضی عنھم"

نمبر ۱۳- یہ مصحف شریف بھی ہرن کی کھال پر خط کوفی میں لکھا ہوا ہے، اوراق ۲۳۲، اور سطور ۱۸ ہیں، بہت سے اوراق بوسیدہ اور مفقود ہیں ان کی جگہ نئے سفید اوراق لگا دیئے گئے ہیں اور معمولی خط سے لکھا ہوا ہے، ۲۶۶ھ میں احمد بن اسکاف نے وراقی کی تھی، ابو النجم طارق نے اس مصحف کو جامع عتیق

---

[1] ۸۰ھ ؁ میں مدینہ میں امام جعفر پیدا ہوئے، اور ۱۴۸ھ ؁ میں اسی شہر میں ابو جعفر المنصور کے عہد خلافت میں انتقال ہوا،

مصر میں وقف کیا تھا، پہلے ورق پر یہ عبارت مرقوم ہے:-

"بسم اللہ الرحمن الرحیم، ھذا المصحف حبس للہ عز وجل لایباع ولا یوھب ولا یورث (و) لا یملک ولا یتلف بوجہ تلف حتی یرث اللہ جل عز الارض و من علیھا (وھو) خیر الوارثین، (حبسہ) ابو النجم طارق رجاء ثواب اللہ والدار الآخرۃ ... رحم اللہ من قرأ علیہ ودعا لمحبسہ بالمغفرۃ والرحمۃ"

نمبر ۱۴، یہ مصحف بھی ہرن کی کھال پر خط کوفی میں لکھا ہوا ہے، ۱۰۲ اوراق ہیں، سطروں کی تعداد کا ذکر نہیں ہے،

نمبر ۱۵، ۱۶، ۱۷، یہ تینوں کلام مجید بھی اسی قسم کے ہیں اور ان کے اوراق علی الترتیب ۶۵، ۸۴ اور ۳۴ ہیں،

نمبر ۱۸، یہ قرآن شریف ہرن کی کھال پر خط کوفی میں ابتدائی رسم خط کے مطابق بغیر شکل اور نقطوں کے مرقوم ہے، کیڑوں نے متعدد جگہوں میں سوراخ کر دیئے ہیں، قرآن شریف کے آخر میں غیر خط کوفی میں ایک نوٹ ہے، کہ محمد بن عمر الطنبومی، الشافعی الازہری نے سنہ ۱۲۴۶ھ میں اس کی کتابت وزیر اعظم الحاج محمد علی باشا کی اعانت سے تمام کی ہے،

"قد تم ھذا المصحف الشریف علی ید محمد بن عمر الطنبومی الشافعی الازھری باسعاف و امداد الوزیر الاعظم الحاج محمد علی باشا سنہ ۱۲۴۶ھ"

سطر قلم کوفی کا ۱۲، اور اوراق ۳۴۰ ہیں، اور سطر غیر قلم کوفی کا ۱۱، اور عدد اوراق ۲۲۸ ہیں، تمام اوراق ۵۶۸ ہوئے،

اس کے خط کوفی کے حصہ کی نسبت یہ خیال ہے کہ یہ مصحف حضرت عثمان بن عفانؓ کا ہے جسے وہ تلاوت فرمایا کرتے تھے، ہے، شہادت کے وقت کے خون کا اس میں اثر ہے، مقریزی نے اپنے خطط میں جامع عتیق کے ذکر میں اس کو بیان کیا ہے، کہا جاتا ہے کہ خلیفہ مقتدر کے کتب خانہ سے اسے برآمد کیا گیا ہے جس کو ابو بکر خازنی نے

جامع عتیق میں دیدیا اور ایک منقوش و مرصع لکڑی اس میں لگادی، اور اس میں نبت ابی بکر بن عبد العزیز بن مروان کے اسمار تھے، اور یہ اسمار سنہ ۳۷۸ھ تک دیکھے گئے اور یہ بھی روایت ہے کہ ایک جماعت نے حضرت عثمانؓ کے قرآن ہونے سے انکار کیا ہے، اور ایک شخص کی حکایت سے ثبوت کے درجہ کو نہیں پہنچتا ہے، اور پھر مقریزی نے بیان کیا کہ جب قرآن کو اس نے دیکھا تھا اس کے پشت پر عبارت ذیل مرقوم تھی،

"بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ رب العالمین ھذا المصحف الجامع لکتاب اللہ جل ثناؤہ وتقدست اسمائہ - حملہ المبارک مسعود بن سعد الھیتی لجماعۃ المسلمین القراء التالین لہ المتقربین الی اللہ جل ذکرہ بقرأتہ والمتعلمین لہ لیکون محفوظا ابدا وقصد بایداعہ فسطاط مصر فی الجامع العتیق لیحفظ حفظ مثلہ سائر مصاحف المسلمین، وذلک فی یوم الثلاثاء مستھل ذی القعدۃ ۳۷۸ھ"

نمبر ۱۹، یہ مصحف خط مغربی میں مرقوم ہے، طلاکار اور الوان سے مرصع و مزین ہے، سلطان محمد کے کتب خانہ کے لیے سنہ ۱۱۴۲ھ میں لکھا گیا ہے، سطور ۲۳، اور اوراق ۲۶۳ ہیں،

نمبر ۲۰، یہ مصحف بھی خط مغربی میں محمد اولاف کاتب نے لکھا ہے، کیڑوں نے سوراخ کر دیئے ہیں، سطور ۱۳، اور اوراق ۲۶۳ ہیں،

نمبر ۲۱، یہ مصحف بھی خط مغربی میں ہے، کاتب مبارک بن محمد کوری ہیں، سطور ۱۸، اور اوراق ۲۴۴ ہیں،

نمبر ۲۲، یہ بھی خط مغربی میں سنہ ۱۲۶۲ھ کی تحریر ہے، سطور ۱۹، اوراق ۱۲۹ ہیں، صرف نصف ثانی ہے،

نمبر ۲۳، سورۂ مریم سے آخر قرآن تک قلم مغربی، زر افشان اور محلّی بالذہب ہے، سطور مختلف تعداد پر ہیں، اور اوراق ۱۱۲،

نمبر ۲۴، یہ بھی مغربی قلم ہے، سطور ۱۶ اور اوراق ۱۰۹ ہیں، صرف نصف اوّل ہے، مگر ناتمام ہے، اثنائے ربع سے سورۂ نور کے اور سورہ عنکبوت کے آخر ربع تک مجلد ہے،

نمبر ۲۵، قلم مغربی میں مرقوم، سطر ۱۹، تعداد اوراق ۲۲ ہے، صرف سورۂ جمعہ کے آخر تک ہے،

نمبر ۲۶، قلم مغربی، کاتب یونس بن محمد الاندلسی نے ۱۲۶۶ھ میں تمام کیا ہے، سطر ۹، اوراق ۶۰ ہیں،

دولت فاطمیہ کے مصاحف،

نمبر ۲۷، یہ قرآن شریف، قلم جلی میں مسعود بن محمد الکاتب الاصفہانی نے لکھا ہے، غرہ ذی القعدہ ۵۵۵ھ میں کتابت ختم ہوئی محلی بالذہب والالوان ہے، اول اوراق اور سورۂ آل عمران کا ایک ورق کرم خوردہ ہے، سطر ۱۱، اور اوراق ۴۱۰ ہیں،

نمبر ۲۸، جلی قلم کا لکھا ہوا ہے، محلّی بالذہب ہے، سطر ۱۱، اوراق ۴۱۳ ہیں، سورۂ بروج سے اخیر تک کرم خوردہ ہے،

اول قرن رابع کے اجزاء مکتوبہ،

نمبر ۲۹، جزو اول، سورۂ الحجر، نسخ میں، اس تحریر کی نسبت کہا جاتا ہے کہ ابی علی محمد بن مقلہ[1] خوشنو[یس]

[1] ابن مقلہ کا نام محمد بن علی ابن مقلہ اس کے پردادا کا نام تھا، اسکی ولادت بعد عصر جمعرات ۹ شوال ۲۷۲ھ میں ہوئی تھی، وہ مختلف فنون یعنی فقہ، تفسیر، قرأت، ادب میں نہایت ممتاز خصوصاً علم ترسل و انشاء و املاء و مکاتبات میں سب سے فایق ہوگیا، اس نے چھ قسم کے خطوط ایجاد کئے جنکے نام یہ ہیں، محقق، ثلث، نسخ، توقیع، رقاع، ریحان، اہل عجم نے خط توقیع سے خط تعلیق ایجاد کیا، جیسا جامی رح فرماتے ہیں،

کاتباں را ہست خط باشد بطرز مختلف ‌‌ ثلث و ریحان و محقق نسخ و توقیع و رقاع

بعد ازاں تعلیق ازان خوش گشت اہل عجم ‌‌ از خط توقیع استنباط کردند اختراع

ابن مقلہ کا حسن خط بھی مثال میں آیا ہے، ؎

فصاحت سحبان، وخط ابن مقلہ ‌‌ وحکمت لقمان، وزہد ابن ادھم

ابن مقلہ بہت بڑے فاضل اور خوشنویس ہونے کے علاوہ وہ بڑا مدبر بھی تھا، تاریخ میں اس کا نام نہایت روشن ہے، اسے کہیں وزیر اور دبیر لکھا ہے، خلیفہ مقتدر کے زمانہ میں ابو الحسن بن علی بن فرات نے اپنی وزارت کے کل کام اس کے حوالہ کر دیئے من بعد اسکی شادی ایک معزز خاندان میں ہوئی اسکی بی بی نہایت مالدار تھی، پھر ادبار کا زمانہ آیا بہت سے مصائب برداشت کیے، قاہر باللہ کے زمانہ میں خوف جان سے پوشیدہ ہوگیا، الراضی باللہ کے زمانہ میں ابن رائق وزیر کی صلاح سے ابن مقلہ کا دایاں ہاتھ کاٹ ڈالا گیا، اور قید کر دیا گیا، قید خانہ میں وہ ہاتھ دیکھ کر رویا کرتا تھا اور یہ شعر پڑھتا تھا :- خدمت بہا الخلفاء وکتبت بہا القرآن الکریم بخطین دفعتین انقطع کما تقطع ایدی اللصوص :- (یعنی میں نے اس ہاتھ سے خلیفوں کی خدمت کی اور دو خط میں دوبار کلام مجید لکھا، اس طرح کاٹا گیا جسطرح چوروں کے ہاتھ کاٹے جاتے ہیں) ابن مقلہ قید خانہ میں مرض اسہال میں مبتلا رہ کے ۱۰ دسویں شوال ۳۲۸ھ میں انتقال کیا، پوری حالت کیلئے ابن خلکان ملاحظہ ہو،

کاتب تھا اسی نے ۸۳۰ھ میں لکھا ہے، اور ہر سطر کے نیچے فارسی ترجمہ ہے، اور جدول و مطلا بالذہب ہے، نہایت مرصع و مزین ہے، سطور ۹، اور اوراق ۱۶ ہیں،

مصاحف مکتوبہ دولت ایوبیہ کے زمانہ کے

نمبر ۳۰، یہ قرآن عبد الرحمن بن ابی الفتح نے ۵۶۶ھ میں ملک معظم ابن ابی المظفر سعد بن زنگی اتابک کے کتب خانہ کے لیے لکھا تھا، خط نسخ ہے، اس کے اول میں ایک رسالہ ہے جس میں بیان قرأت عشرہ اور اس کے اصطلاحات ہیں اور ہر سورۃ کے شروع میں تعداد آیات بیان کیا ہے، اور نزول سورت کہ مکی ہے یا مدنی اس کا بھی ذکر کیا ہے، اور تعداد کلمات اور حروف کا بھی ذکر ہے، سطر گیارہ، اور اوراق ۴۰۹ ہیں مطلا مذہب بھی ہے،

نمبر ۳۱، اس قرآن پاک کو اسمٰعیل بن ابراہیم بن احمد نے ۶۳۵ھ میں خط جلی میں لکھا ہے، ہر آیت محلّی بالذہب ہے اور کل سورتوں کی ابتدا بھی مرصع و مزین ہے بعض اوراق نمی سے مرطوب اور ترقیع ہیں، سطر ۱۱-اور اوراق ۳۹۵ ہیں،

نمبر ۳۲، یہ قرآن شریف مسعود بن محمد بن مسعود الخطاط اصفہانی نے ۵ ذی القعدہ ۶۶۸ھ کو معمولی خط میں لکھا، اور یہ قرآن اول کا حصہ سورہ کہف تک دو نسخے ہیں اور ثانی آخر قرآن تک ہے، سطر ۹، اور اوراق نصف اول کا ۲۹۱، اور ثانی کا ۲۰۸ ہیں، اور دونوں نسخوں کے ابتدائی حصے مطلا و مذہب ہیں،

مصاحف مکتوبہ ممالیک بحریہ کے عہد کے

نمبر ۳۳- قرآن شریف، خط ثلث، جلی قلم، سونے کے پانی سے لکھا گیا، سلطان ملک ناصر محمد بن قلاون نے ۷۳۰ھ میں وقف کیا تھا، سطر ۸، اور اوراق ۳۰۰ ہیں، آخر کے ورق کا اوپر کا حصہ خراب ہے،

نمبر ۳۴- جلی قلم کا لکھا ہوا ہے، مطلا و مرصع بھی ہے، اس قرآن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ سلطان حسن نے وقف کیا تھا، سطر ۱۱، اور اوراق ۳۰۴ ہیں، بعض اوراق خراب ہیں،

نمبر ۳۵، جلی قلم کی تحریر ہے، اور محلی بالذہب والالوان ہے، اس قرآن پاک کو سلطان ملک اشرف کی والدہ ماجدہ خوندبرکہ نے ۷۶۹ھ میں وقف کیا تھا، سطر ۱۱، اوراق ۳۲۰ ہیں،

نمبر ۳۶، جلی قلم سے لکھا گیا، مطلا و مرصع بھی ہے، اس قرآن پاک کو سلطان اشرف ابی المظفر شعبان ابن المقر اشرف حسین بن سلطان ناصر محمد بن قلاؤن صالحی نے شعبان ۷۷۰ھ میں وقف کیا تھا، سطر ۱۱، اور اوراق ۴۱۰ ہیں،

نمبر ۳۷، اس قرآن پاک کو بھی ملک اشرف ابی المظفر شعبان نے ماہ ذی القعدہ ۷۶۹ھ میں وقف کیا تھا، اور ۷۶۸ھ میں خلیل بن محمد بن عبدالرحمن الحنفی نے لکھا تھا یہ بھی مطلا و مرصع ہے، سطر ۱۱، اور اوراق ۴۱۰ ہیں،

نمبر ۳۸، اس قرآن شریف کو بھی ملک اشرف ابی المظفر شعبان نے ماہ شعبان ۷۷۰ھ میں وقف کیا تھا، خط جلی ہے، اول سے آخر سورہ اسریٰ تک دو جلدوں میں ہے، اوراق ۳۵۹ ہیں، اور ثانی آخر قرآن تک ہے، اس کے اوراق ۴۲۵ اور دونوں کی سطریں ۹ ہیں، دونوں مطلا و مرصع ہیں،

نمبر ۳۹، اس کو بھی اسی سلطان شعبان نے ۷۷۰ھ میں وقف کیا تھا، خط بھی جلی ہے، اور اس کے کاتب علی بن محمد المکتب الاشرفی ہیں، سنہ کتابت ۷۷۰ھ ہے محلی بالذہب والالوان ہے، اور ہر سورت کے اول میں اس کا نام اور تعداد آیات کوفی خط میں لکھی ہوئی ہے، مگر تعداد کلمات و حروف خط ثلث سے لکھی ہوئی ہے، اور آخر میں علاوہ عدد آیات، اور عدد احکام امر و نہی، وعد و وعید، قصص، اخبار، عبر، امثال، حلال، حرام، دعا، تسبیح، اور آیات ناسخ و منسوخ لکھا ہوا ہے، بعض اوراق ترقیع شدہ ہیں، سطر ۱۳، اور اوراق ۲۱۷ ہیں،

نمبر ۴۰، یہ قرآن شریف خط ثلث اور نسخ میں لکھا گیا ہے، بیان ہے کہ اسے امیر سیف الدین الجای الیوسفی نے وقف کیا تھا، مطلا و مذہب ہے، سطر ۱۳، اور اوراق ۵۷۰ ہیں،

نمبر ۴۱، اس قرآن شریف کو محمد المکتب الشہابی نے المقر الاشرف کے حکم سے ۷۷۷ھ میں لکھا تھا، جلی قلم ہے، محلی بالذہب والالوان ہے، یہ قرآن شریف مصحف الکاف کے نام سے مشہور ہے، کرم خوردہ بھی ہے،

سطر ۱۱، اوراق ۲۹۳ ہیں،

نمبر ۴۲، یہ قرآن شریف خط نسخ میں یاقوت مستعصمی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، ۶۹۰ھ کتابت کی تاریخ ہے، محلی بالذہب والالوان ہے، سطر ۱۰، اوراق ۱۹۲ ہیں،

اس کے سابق مضمون میں میں نے معارف نمبر ۳ جلد ۱۰ کے صفحہ ۲۰۲ میں یاقوت مستعصمی کے ۵ نسخوں کا ذکر کیا ہے یہ نسخہ ملا کر ۶ نسخے ہوئے،

نمبر ۴۳، یہ قرآن شریف شیخ عبدالفتاح العریف کے ترکہ کا گویا ایک تبرک ہے، خط جلی میں لکھا ہوا ہے، مطلا و مرصع بھی ہے، سطر ۱۱، اوراق ۴۰۹ ہیں،

نمبر ۴۴، معمولی قلم سے لکھا گیا ہے، اور ہر سطر کے نیچے مختصر تفسیر بھی ہے، سطر ۱۳، اوراق ۲۹۱ ہیں،

نمبر ۴۵، یہ قرآن شریف خط جلی میں احمد بن محمد بن کمال الانصاری نے جو شہر قاہرہ کے طبیب تھے، ۷۴۳ھ / ۱۳۴۲ء میں لکھا تھا، اس کے ساتھ ایک رسالہ رسم مصحف میں کاتب موصوف نے لکھا ہے، وہ رسالہ مطلا و مذہب ہے، سطر ۱۱، اوراق ۳۱۸ ہیں،

نمبر ۴۶، یہ قرآن پاک خط ثلث میں محمود بن حسین بن علی النجوانی نے ۷۹۲ھ / ۱۳۹۰ء میں لکھا ہے، مطلا و مرصع ہے، سطر ۱۱، اوراق ۲۰۹ ہیں،

نمبر ۴۷، اس قرآن شریف کو جلی قلم میں عبداللہ شافعی نے تقریباً ۷۵۰ھ / ۱۳۴۹ء میں لکھا تھا، مطلا و مرصع ہے، سطر ۱۳، اوراق ۲۴۸ ہیں،

نمبر ۴۸، جلی قلم سے حسن بن قاسم جعفری نے ماہ رمضان کے اخیر عشرہ ۷۲۲ھ / ۱۳۲۲ء میں لکھا ہے، یہ قرآن بھی محلی بالذہب ہے، سطر ۱۱، اوراق ۳۵۰ ہیں،

نمبر ۴۹، اس قرآن پاک کو جلی قلم سے موسیٰ محمد بن حسن تنوخی، مالکی، اشرفی نے شہر ربیع الثانی ۷۷۶ھ / ۱۳۷۴ء میں قاہرہ میں لکھا تھا، پھر ۸ شوال ۸۵۶ھ / ۱۴۵۰ء میں سید احمد بن ادریس حسنی نے مقام امام شافعی رضی میں وقف کردیا،

مذہب و مرصع ہے، سطر ۹، اوراق ۳۹۰ ہیں،

نمبر ۵۰، تاریخ کتابت ۱۲۴۲ھ/۱۸۲۶ء ہے، خط ثلث میں لکھا گیا ہے، مذہب و مرصع بھی ہے ۱۲۶۶ھ/۱۸۴۹ء میں محمد [illegible] نے وقف کیا ہے، سطر ۱۱، اوراق ۴۹۲ ہیں،

نمبر ۵۱، جلی قلم میں عبد الرحمن بن صایغ نے ساٹھ دن میں اس قرآن پاک کو لکھا ہے، ذی الحجہ ۸۰۱ھ/۱۳۹۸ء میں کتابت سے فراغت حاصل کی تھی، یہ قرآن شریف محلی بالذہب والالوان بھی ہے، سلطان برقوق نے اسے وقف کیا ہے، سطر ۱۱، اوراق ۲۵۹ ہیں،

نمبر ۵۲، خط ثلث میں طلا سے لکھا گیا اور مداد اسود کا ردل ہے، اور محلی بالذہب والالوان ہے، سطر ۱۱، اوراق ۲۵۵ ہیں، اسے بھی سلطان برقوق نے وقف کیا تھا،

نمبر ۵۳، یہ قرآن شریف بھی ۸۱۱ھ/۱۴۰۸ء میں عبد الرحمن بن صایغ نے قلم جلی سے لکھا تھا، اول اور آخر قرآن اور اوائل سورتوں اور آخر آیات کا محلی بالذہب ہے، سطر ۱۱، اوراق ۴۰۸ ہیں، اس قرآن پاک کو سلطان برقوق کے لڑکے سلطان فرج نے وقف کیا تھا،

نمبر ۵۴، اس قرآن شریف کو سلطان برقوق کے لڑکے، سلطان ملک ناصر فرج کے کتب خانہ کیلئے عبد الرحمن بن صایغ نے قلم جلی سے لکھا تھا، اور ماہ رمضان ۸۱۴ھ/۱۴۱۱ء میں لکھنے سے فراغت حاصل کی تھی، یہ قرآن بھی محلی بالذہب والالوان ہے، سطر ۱۱، اوراق ۴۲۵ ہیں، سلطان المؤید شیخ ابی نصر نے اسے وقف کیا تھا

نمبر ۵۵، یہ قرآن پاک قلم جلی میں موسیٰ بن اسمعیل کنانی حنفی، معروف بالجبینی کا لکھا ہوا ہے، کاتب موصوف نے ماہ شعبان ۸۱۳ھ/۱۴۱۱ء میں کتابت سے فراغت حاصل کی، یہ بھی محلی بالذہب والالوان ہے، اسے ملک المؤید شیخ ابی نصر نے وقف کیا تھا، سطر ۱۱، اور اوراق ۴۲۲ ہیں،

نمبر ۵۶، قرآن شریف، اس کو جانم سیفی جانی بیک دوادار الکبیر نے قلم جلی سے ملک اشرف ابی النصر قایتبائی کے کتب خانہ کے لیے لکھا تھا، اور یہ قرآن پاک بہت بڑا ہے کتب خانہ خدیویہ میں ہے سطر ۱۰، اور

اوراق ۳۰۸ ہیں،

نمبر ۵۷، قلم جلی سے لکھا گیا ہے، محلی بالذہب والالوان ہے، سنہری جلد بھی ہے، سطر ۱۳، اوراق ۲۰۵ ہیں،

نمبر ۵۸، یہ قرآن شریف خط نسخ میں سعد الحافظ سرای نے لکھا ہے، ماہ رمضان ۸۶۰ھ/۱۴۵۵ء میں اسے لکھنے سے فراغت پائی تھی، یہ بھی محلی بالذہب والالوان ہے، سطر ۱۱، اوراق ۲۰۸ ہیں،

نمبر ۵۹، اس قرآن پاک کو محمد آفندی الشہیر بغرابی روزنامچی، جو دیوان مصر کا کاتب تھا، اسکی لڑکی عائشہ نے ماہ صفر ۱۲۶۹ھ/۱۸۵۲ء میں وقف کیا تھا، سطر ۱۳، اوراق ۴۰۴ ہیں، خط ثلث ہے، محلی بالذہب بھی ہے، سنہ کتابت ۹۰۲ھ/۱۴۹۶ء ہے،

نمبر ۶۰، یہ قرآن پاک ۱۲۳۶ھ/۱۸۲۰ء میں معمولی خط میں لکھا گیا، ۱۲۲۳ھ/۱۸۰۸ء میں ولی الدین آفندی خلوصی جو محمد علی باشا کے کتب خانہ کا کاتب تھا وقف کیا تھا، محلی بالذہب اور مرصع بھی ہے، سطر ۱۳، اوراق ۲۹۹ ہیں،

نمبر ۶۱، قرآن پاک کو قلم جلی میں خطاب بن عمر الانجاوی نے لکھا اور ۸۷۹ھ/۱۴۷۴ء میں کتابت ختم کی، یہ قرآن شریف المقر الاشرف مولوی امیر کبیر سیفی جانی بیگ امیر اخور کبیر کے کتب خانہ کے لیے لکھا گیا تھا، یہ بھی محلی بالذہب والالوان ہے، سطر ۱۳، اور اوراق ۳۰۵ ہیں،

نمبر ۶۲، قلم جلی سے احمد بن علی الفیومی نے ملک الاشرف قانصوہ الغوری کے حکم سے لکھا، اور ماہ رمضان ۹۰۸ھ/۱۵۰۲ء میں کتابت ختم ہوئی تھی، یہ بھی محلی بالذہب والالوان ہے، سطر ۱۳، اوراق ۲۹۰ ہیں، اس قرآن پاک کے اول میں دو صحیفے ہیں جو طلا سے لکھے ہوئے ہیں،

نمبر ۶۳، اس قرآن کو خط ثلث میں احمد بن محمود الدشی نے لکھا ہے، ۷۸۹ھ/۱۳۸۷ء میں لکھکر فراغت حاصل کی، محلی بالذہب والالوان ہے، سلطان برقوق نے اسے بھی وقف کیا تھا، سطر ۱۱، اوراق ۴۰۳ ہیں،

نمبر ۶۴، قلم جلی سے ابی عمرو کی روایت رسم مصحف کے طور پر لکھا گیا ہے، جو ایک رسالہ آخر سے مفہوم ہوتا ہے، اس میں دو صحیفے اول میں ہیں جو طلا سے لکھے گئے ہیں، اور آخر میں ایک رسالہ رسم

مصحف پر ہے، ملک الاشرف ابی نصر قایتبائی نے ۹۰۱ھ میں وقف کیا تھا، سطر ۱۱، اوراق ۳۸۰ ہیں،

نمبر ۵، قلم جلی ہے، ملک ظاہر ابی سعید خوشقدم کے کتب خانہ کے لیے لکھا گیا، اس قرآن شریف کے اول میں ایک رسالہ ہے جس میں یہ بیان ہے کہ کاتب کو کتابت مصحف میں کن چیزوں کا التزام رکھنا ملحوظ رکھنا چاہیے، محلّی بالذہب ہے، سطر ۱۲، اوراق ۳۱۹ اور جلد منقوش ہے،

نمبر ۶، جلی قلم سے لکھا ہے، اور جس لفظ میں جلال وشان ہے، اسے سونے سے لکھا ہے، محلّی بالذہب بھی ہے، سلطان اشرف برسبائی نے ۸۳۶ھ (۱۴۳۲ء) میں وقف کیا تھا، سطر ۱۱، اوراق ۳۰۷ ہیں،

نمبر ۷، اس قرآن شریف کو ابراہیم بن احمد بن عثمان الرقی نے قلم جلی میں لکھا، اور ۸۳۰ھ (۱۴۲۶ء) میں کتابت سے فارغ ہوا، حاشیہ میں قرائت وتجوید ہے، اسماء قرائت اور اس کے رموز ہیں، محلّی بالذہب بھی ہے، سطر ۱۱، اوراق ۲۳۱ ہیں، اس قرآن کو بھی سلطان اشرف ابی النصر برسبای نے ۸۴۱ھ (۱۴۳۷ء) میں وقف کیا تھا،

نمبر ۸، اس قرآن پاک کو خطاب بن عمر الانجادی نے یاقوت مستعصمی کے طرز پر خط نسخ میں لکھا ہے، ۷۴۴ھ (۱۳۴۴ء) میں لکھنے سے فراغت حاصل کی تھی، اور ۱۹ محرم ۸۹۰ھ (۱۴۸۵ء) میں ملک الاشرف ابی النصر قایتبائی نے وقف کیا تھا، محلّی بالذہب بھی ہے، سطر ۱۳، اوراق ۲۹۴ ہیں،

نمبر ۹، خط نسخ میں مملوک قائم بن جانم جو طبقہ زمامیہ ملکی الاشرفی سے تھا، اس نے لکھا تھا، شعبان ۹۱۱ھ (۱۵۰۵ء) میں کتابت سے فارغ ہوا تھا، عبدالرحمن کتخدا نے وقف کیا تھا، یہ قرآن محلّی بالذہب بھی ہے، سطر ۱۳، اوراق ۲۹۷ ہیں،

نمبر ۱۰، اس قرآن پاک کو عبداللہ بن حجاج البرادی نے قلم جلی سے ۸۴۳ھ (۱۴۳۹ء) میں لکھا تھا، ابراہیم کتخدا کی لڑکی عائشہ نے اسے وقف کیا تھا، سطر ۱۱، اوراق ۴۴۴ ہیں اور محلّی بالذہب ہے،

نمبر ۱۱، مملوک کرتبائی بن اقبائی شاگرد محمد بن علی السہیلی نے قلم جلی سے اس قرآن پاک کو ۸۴۸ھ (۱۴۴۴ء)

میں لکھا، شروع میں علم قرأت پر ایک مقدمہ ہے، سلطان قایتبائی نے اپنی جامع مسجد کے لیے جو دمیاط کے اطراف میں واقع ہے ۸۸۰ھ (۱۴۷۵ء) میں وقف کیا تھا، محلّی بالذہب بھی ہے، سطر ۱۱، اوراق ۲۵۸ ہیں،

نمبر ۲، یہ قرآن شریف بھی یاقوت مستعصمی کے طرز پر خط نسخ میں لکھا ہوا ہے، حاشیہ پر علم تفسیر کے تقایید سرخ روشنائی سے لکھے ہوئے ہیں، اول اور آخر سے مخروم ہے، محلّی بالذہب بھی ہے، سطر ۹، اوراق ۳۸۹ ہیں،

نمبر ۳، اس قرآن پاک کو علی بن اخی قاسم بن رستم الرفائی نے خط ثلث اور خط نسخ میں لکھا، اور رمضان ۸۵۵ھ (۱۴۵۱ء) میں کتابت سے فارغ ہوا، محلّی بالذہب ہے، ملک الاشرف ابی النصر قایتبائی نے اسے بھی وقف کیا تھا، سطر ۱۳، اوراق ۴۹۶ ہیں،

نمبر ۴، یہ قرآن شریف جو دولت ممالیک الجراکسہ برجیہ کے مصاحف مکتوبہ میں سے ہے نہایت دلچسپ اور بیش قیمت ہے، دلچسپ تو تاریخی حیثیت سے ہے، اور طرز تحریر وترتیب کے لحاظ سے بیش بہا اور عجیب ہے،

سیدہ نفیسہ[1] کی جو اسحٰق موتمن کی بی بی تھی، ایک مسجد مصر میں تھی، اس میں یہ قرآن پاک تھا،

[1] سیدہ نفیسہ ابی محمد الحسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب رض کی صاحبزادی اور مؤتمن اسحٰق بن جعفر صادق رض کی بیوی ہیں، نہایت صالحہ زاہدہ اور متقی عورتوں میں تھیں، ابن خلکان کا بیان ہے: "وكانت نفيسة من النساء الصالحات التقيات" اہل مصر کا ان پر اعتقاد عظیم ہے، اور خلکان کے زمانہ تک باقی تھا جیسا کہ وہ کہتا ہے: "وهو الى الآن باق كما كان" امام شافعی جب مصر میں تشریف لائے تو سیدہ نفیسہ سے ملے اور حدیثیں سنیں، رمضان ۲۰۸ھ (۸۲۳ء) میں مصر میں ان کا انتقال ہوا، ان کے شوہر مؤتمن اسحٰق نے ارادہ کیا کہ سیدہ نفیسہ کو مدینہ میں مدفون کریں مگر مصریوں نے خوش اعتقادی کے باعث اصرار کیا، کہ مصر میں ان کا مقبرہ ہو، چنانچہ قاہرہ و مصر کے مابین مدفون ہوئیں، ان کا مقبرہ اجابت دعا کیلیے مشہور ہے، (تفصیل کے لیے شعرانی ملاحظہ ہو)،

وہاں سے چوری گیا اور دس سال بعد پھر اسی مسجد کے دروازہ پر لٹکا ہوا پایا گیا، حسین بیگ حسنی کو اس تعجب خیز واقعہ کی خبر پہنچی وہ آیا اور قرآن پاک کو لیا، اس کو اچھی طرح اور مضبوطی سے سرخ مرکو کے چمڑے سے مجلد اور جلد ساز سے صاف اور ستھرا کر کے درست کرایا اور جہاں جہاں خراب ہو گیا تھا اسکی بھی ترمیم کی، اس کے اخیر میں خط جدید میں تین اوراق ہیں جنکو محمد ذہنی نے ۱۲۸۳ھ ۱۸۶۶ء میں لکھکر چسپاں کیا تھا، اور تحت کلمات میں تفسیر ہے، اور حاشیہ پر قرأت ہیں، اور حاشیہ اخیر ورق خط جدید میں ہے جسکو خیرت آفندی نے لکھا ہے جس میں یہ تاریخی قصہ ہے، جو اوپر ذکر کیا گیا،

خط ثلث میں یہ قرآن لکھا ہوا ہے، حاشیہ مطلا و مذہب ہے، اسمائے سور اور عدد آیات سونے سے لکھے گئے ہیں، اور سیاہ روشنائی سے مجدول ہے، اور اول میں آٹھ اوراق مجدولہ و منقش اور مطلا کام ہیں، ان میں نصفیں، ثلاث، ارباع، اسمائے قرار سبعہ اور ان سورتوں کا جنمیں ناسخ و منسوخ ہے اور جنمیں نہیں ہے، اور مطابق نزول آیتوں کی ترتیب کا بیان ہے، نیز اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں، مختلف اشخاص کو متفرق طور پر یاد تھا، اور بیان سبب جمع قرآن کا مصاحف میں، اور بیان کہ قرآن لوح محفوظ سے بیت العزۃ تک جملہ واحدہ کرکے نازل ہوا، اور اس کے بعد حسب ضرورت منجم ہوتا تھا سطر ۱۱، ۱۵ اوراق ۳۸۲ ہیں،

دولت عثمانیہ کے مصاحف مکتوبہ ۱

نمبر ۵، اس قرآن شریف کو محمد بن احمد خلیلی تبریزی نے ۹۸۸ھ ۱۵۸۰ء میں خط نسخ میں لکھا ہے، ایک سطر تو طلائی ہے اور ایک سطر سیاہ روشنائی کی ہے، مطلا و مرصع ہے ۱۰۳۲ھ ۱۶۲۲ء میں سلطان محمد خان کی والدہ صفیہ نے وقف کیا تھا، سطر ۱۰، اوراق ۳۵۰ ہیں،

نمبر ۶، ابراہیم خلیل معروف بہ جنگشی نے خط ثلث میں اس قرآن پاک کو لکھا ہے، شہر ربیع الآخر ۱۲۸۰ھ ۱۸۶۵ء میں کاتب کو تحریر سے فراغت ہوئی تھی، مذہب و مرصع ہے ۱۲۸۲ھ ۱۸۶۵ء میں حاجی عنبر آغا باش آغائی

برنجی قادن آفندی نے مصر میں وقف کیا تھا، سطرہ ۱۱، اوراق ۳۰۴ ہیں،

نمبر ۷، قطب الدین کاتب نے خط نسخ میں اس قرآن کو لکھا تھا، اس میں چار تفاسیر ہیں، دو تو حاشیہ پر ہیں، انوار التنزیل للبیضاوی، و جواہر التفسیر لمولی حسین الکاشفی، اور تفسیر جلالین اور اخر تفسیر فارسی میں صلیب میں ہے، اور یہ مصحف منقش و محلی بالذہب ہے، سطر ۹، اوراق ۷۰۰ ہیں،

نمبر ۸، محمد روح اللہ ابن حافظ محمد لاہوری نے خط نسخ میں اس قرآن کو لکھا ہے اور ۱۱۰۶ھ ۱۶۹۵ء کے رجب میں کتابت سے فراغت حاصل کی، تیس اوراق میں تیس پارے لکھے ہوئے ہیں، اور ہر سطر کے اول کا الف سرخ روشنائی سے لکھا گیا ہے، محلی بالذہب والالوان ہے، سطر ۱۴، ہیں،

نمبر ۹، اس قرآن شریف کو بھی کاتب مذکور روح اللہ نے نسخ میں لکھا ہے، تاریخ کتابت ۱۱۰۸ھ ۱۶۹۶ء ہے، اسکے بھی تیس اوراق ہیں، ایک ایک ورق میں ایک ایک پارہ ہے، جیسا ماسبق کا قرآن شریف ہے، اور ہر سطر کے اول میں الف کو سرخ روشنائی سے ہی لکھا ہے، یہ قرآن منقش و محلی بالذہب والالوان ہے سطر ۱۴ ہیں،

نمبر ۱۰، سلیمان کاتب نے معمولی خط میں اس قرآن کو لکھا ہے، اور ۱۲۸۴ھ ۱۸۶۷ء میں کتابت سے فراغت پائی، محلی بالذہب والالوان ہے، ۱۲۹۱ھ ۱۸۷۴ء میں حاجی سرور آغا تابع والدۃ المرحوم حسین بیگ نے وقف کیا تھا، سطرہ ۱۱، اوراق ۳۶۳ ہیں،

نمبر ۱۱، سید حافظ عثمان رشدی ابن خلیل جو محمد راسم کے تلامذہ سے ہیں، ۱۲۵۹ھ ۱۸۴۳ء میں خط نسخ میں اس قرآن پاک کو لکھا تھا، محلی بالذہب والالوان ہے، سطرہ ۱۱، اوراق ۳۰۲ ہیں،

نمبر ۱۲، بہاؤ الدین محمد بن شیخ ابی الفضل اللاہجانی نے خط نسخ میں اس قرآن شریف کو لکھا ہے، ۱۱۹۷ھ ۱۷۸۲ء کے ربیع الاول میں کتابت سے فراغت حاصل کی، اول قرآن میں ایک فارسی رسالہ ہے، اور بین السطور میں سرخ روشنائی سے بعض کلمات کی تفسیر لکھی ہوئی ہے، اور حاشیہ پر بعض تفاسیر طبری وغیرہ ہیں، محلی بالذہب والالوان ہے، ۱۲۴۷ھ ۱۸۳۱ء میں یعقوب آفندی ابن عبد اللہ نے جو محمد علی پاشا والی مصر کے مملوک وزیر کا محاسب

سوم خزینہ مصر تھا، وقف کیا تھا، سطر ۱۳، اوراق ۳۰۴ ہیں،

نمبر ۸۳، سید حافظ احمد معروف بشالی زادہ کاتب نے اس قرآن کو ۱۲۸۸ھ (۱۸۷۱ء) میں خط نسخ میں لکھا، اور ۱۲۹۰ھ (۱۸۷۳ء) میں الہامی پاشا کی والدہ ماجدہ نے وقف کیا، دایرون سے مرصع و مزین ہے، سطرہ ۱، اوراق ۳۰۰ ہیں،

نمبر ۸۴، سید حافظ اسمٰعیل حقی جو سید محمد الحلمی کے تلامیذ سے ہیں، ۱۲۸۸ھ (۱۸۷۱ء) میں خط نسخ میں اس قرآن پاک کو لکھا، ۱۲۹۰ھ (۱۸۷۳ء) میں الہامی پاشا کی والدہ ماجدہ نے بھی اسکو وقف کیا، یہ بھی اسی طرح مرصع و مزین ہے، سطرہ ۱، اوراق ۳۰۰ ہیں

نمبر ۸۵، حاجی حافظ برہان الدین المعروف بعمر حافظ زادہ کاتب نے ۱۲۷۷ھ (۱۸۶۰ء) میں خط نسخ میں اس قرآن کو لکھا، اور الہامی پاشا کی والدہ نے اسے بھی وقف کیا ہے، سطرہ ۱، اوراق ۳۰۴ ہیں،

نمبر ۸۶، سید محمد حمدی نے جوابی ابکر صفی کے شاگردوں میں سے تھے ۱۲۶۵ھ (۱۸۴۸ء) میں خط نسخ میں لکھا تھا، سلطان عبدالعزیز خاں کی والدہ نے وقف کیا، سطرہ ۱۵، اوراق ۳۰۵ ہیں، چھوٹے دائروں سے مرصع و مزین ہے،

نمبر ۸۷، احمد خلوصی ابن حاجی خلیل نے جو ابراہیم ادھمی الحصاری کے تلامیذ سے ہیں، خط نسخ میں اس قرآن کو لکھا تھا، ۱۲۳۳ھ (۱۸۱۷ء) میں ولی پاشا کی دختر عائشہ خانم نے وقف کیا تھا، ماسبق قرآن کی طرح یہ بھی مرصع ہے، سطرہ ۱۵، اوراق ۳۰۳ ہیں،

نمبر ۸۸، یہ قرآن معمولی قلم کا لکھا ہوا ہے، ہر سطر کا اول اور آخر سرخ روشنائی سے لکھا گیا ہے اور حاشیہ پر اسی روشنائی سے بعض قراءت بھی لکھی ہوئی ہیں، ۱۱۵۰ھ (۱۷۳۷ء) میں شیخ عبدالرحمن انصاری کی لڑکی نے وقف کیا تھا، سطر ۱۶، اوراق ۴۱۴ ہیں،

نمبر ۸۹، عبدالکریم بن احمد طلوسی نے معمولی خط میں ۱۱۸۰ھ (۱۷۶۶ء) میں اس قرآن کو لکھا تھا، سرخ روشنائی سے بین السطور میں بعض کلمات کی تفسیر لکھی ہوئی ہے، محمد آغا المعروف بگی شہری نے اسے وقف کیا، سطر ۱۱، اوراق ۳۳۰ ہیں،

نمبر ۹۰، سلیمان جردلی (حافظ قرآن) نے ۱۲۰۸ھ (۱۷۹۳ء) میں اس قرآن کو لکھا ہر صفحہ میں تین سطریں

خط ثلث میں اور درمیان کی سطر سرخ روشنائی سے ہے، امید رضوان نے اسے وقف کیا، سطر ۳، اوراق ۳۰۰ ہیں

نمبر ۹۱- یہ قرآن شریف اول اور اخیر سطر ازرق رنگ سے اور وسط سطر سونے سے لکھا ہوا ہے، خط ثلث اور نسخ میں ہے، محلی بالذہب والالوان ہے، ۱۳۱۲ھ (۱۸۹۴ء) میں امیر اللوا ایوب بیگ دفتردار مصر نے وقف کیا، سطر ۱۳، اوراق ۲۹ ہیں،

نمبر ۹۲، سلیمان یساری نے نسخ میں اس قرآن کو ۱۲۸۵ھ (۱۸۶۸ء) میں لکھا، خدیو اسمعیل کی حرم جشم آفت خانم نے ۱۲۹۳ھ (۱۸۷۶ء) میں وقف کیا، محلی بالذہب ہے، سطر ۱۱، اوراق ۳۹۵ ہیں،

نمبر ۹۳، علی حلمی نے جو حافظ اسمعیل کے تلامذہ سے ہیں خط نسخ میں اس قرآن کو لکھا ۱۲۸۶ھ (۱۸۶۹ء) میں علی آفندی مرشد نے وقف کیا، منقش و مرصع بھی ہے، سطرہ ۱، اوراق ۳۰۴ ہیں،

نمبر ۹۴، سعیدی بن اسمٰعیل حامدی نے ۱۲۸۶ھ (۱۸۶۹ء) میں خط نسخ میں اس قرآن پاک کو لکھا اور اسی سنہ میں حسن کامی پاشا کی حرم رفیعہ خانم کے غلام شعبان آغا نے وقف کیا، یہ قرآن شریف دایرون اور رنگون سے مرصع ہے، سطرہ ۱، اوراق ۳۰۳ ہیں،

کتب خانہ مصطفےٰ پاشا میں دولت عثمانیہ کے مصاحف

نمبر ۹۵- اسمٰعیل یساری زادہ نے جو حسین آفندی خفاف زادہ کے تلامیذ سے تھے خط نسخ میں یہ قرآن شریف ۱۱۶۶ھ (۱۷۵۲ء) میں لکھا تھا، مصطفےٰ جو جہانگیری کے نام سے مشہور تھے، انھوں نے طلاکاری و نقوش اس میں کئے تھے اور اول کے دونوں مرصع و نقوش کے وسط میں ایک ورق ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ ہے، سطرہ ۱، اوراق ۳۰۰ ہیں،

نمبر ۹۶، سلیمان الوہبی، القادری جو ابراہیم شوقی من خلفا، اسمٰعیل الزہدی کے تلامذہ سے ہیں انھوں نے اس قرآن شریف کو ۱۲۴۲ھ (۱۸۲۶ء) میں خط نسخ میں لکھا تھا، مطلا، مذہب، منقش ہے، دعائے ختم قرآن اخیر میں ہے سطرہ ۱، اوراق ۳۲۴ ہیں،

نمبر ۹۷، خط نسخ میں احمد المعروف بنائی، ساکن غلطہ نے ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۰ء میں اس قرآن پاک کو لکھا ہے، مطلا و مزین ہے، سطر ۱۵، اوراق ۳۰۲ ہیں،

قارئین کرام! آپ کو تعجب ہوگا کہ کاتب مذکور کا یہ ۸۳ واں قرآن ہے، اس نے اس کے قبل ۸۲ قرآن شریف کے مکمل نسخے لکھے ہیں، سبحان اللہ کیسے اگلے لوگ تھے، اللہم اغفرلہ،

نمبر ۹۸، سید عبد اللہ المعروف بالامام جو حافظ عثمان کے شاگردوں میں ہیں، انھوں نے ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۶ء میں اس قرآن پاک کو خط نسخ میں لکھا ہے، عبد اللہ مصطفےٰ نے اس قرآن کو مرصع و منقش کیا، سطر ۱۵، اوراق ۳۴۴ ہیں،

نمبر ۹۹، احمد اللہ المعروف بابن الشیخ نے نسخ میں اس قرآن کو لکھا تھا، اس کے اخیر فارسی زبان میں دعائیں ہیں، اور دعائے ختم قرآن عربی میں ہے، سطر ۱۲، اوراق ۵۵۳ ہیں،

نمبر ۱۰۰، ابن علاء الدین محمد بن محمد الحسینی نے ۱۱۸۲ھ/۱۷۶۸ء میں، حاجی میرزا محمد باقر داده کے حکم سے خط نسخ میں اس قرآن پاک کو لکھا، حاشیہ اور سطروں کے نیچے فارسی تفسیر ہے اور اخیر میں دعائے ختم قرآن ہے، تمامی قرآن پاک مطلا و منقش ہے، سطر ۱۲، اوراق ۱۰۳ ہیں،

نمبر ۱۰۱، سورۂ فتح اور فاتحۃ الکتاب، شاہ محمود نیشاپوری نے خط تعلیق میں ۹۶۵ھ/۱۵۵۷ء میں لکھا تھا، منقش و محلی بالذہب ہے، سطر ۷، اوراق ۹ ہیں، مجلد ایک ہی میں ہے،

نمبر ۱۰۲، احمد قرہ حصاری، نے جو سید اسد اللہ الکرمانی کے تلامذہ میں ہیں ۹۴۴ھ/۱۵۳۷ء میں اس سورہ انعام کو خط ثلث اور نسخ میں لکھا تھا، نہایت ہی مطلا و مرصع و مزین ہے، سطر ۱۳، اوراق ۱۲ ہیں،

نمبر ۱۰۳، یاقوت مستعصمی نے خط نسخ میں اس قرآن پاک کو ۶۸۹ھ/۱۲۹۰ء میں لکھا ہے، اور اس میں یہ التزام کیا ہے کہ ہر صفحہ کی آخری آیت، اور دوسرے صفحہ کی اول آیت کو منقش و محلی بالذہب کیا ہے، اور اول میں ترکی عبارت ہے، جو ختم جنت مکان محمد علی پاشا کی تاریخ ولادت نواسۂ مصطفےٰ فاضل پاشا ۱۲۴۵ھ/۱۸۲۹ء پر متضمن ہے، سطر ۱۵، اوراق ۳۰۲ ہیں،

نمبر ۱۰۴، سورۂ فاتحہ، انعام، کہف، سبا اور سورۂ فاطر سوائے اخیر کی دو آیتوں کے خط نسخ میں یاقوت مستعصمی نے لکھا ہے، یہ منقش و مذہب ہے سطر ۷، اوراق ۵۰ ہیں،

حضرات ذیبہ دو نسخوں کا اور اضافہ یاقوت مستعصمی کے خط میں ہوا تو اب مجموعہ آٹھ نسخے میرے مضمون میں ہو گئے،

دولت عثمانیہ کے مصاحف مکتوبہ میں جو مصطفےٰ پاشا فاضل کے کتب خانہ میں تھے، ان میں ایک نسخہ نہایت ہی دلچسپ ہے، جو ملا علی قاری کے دست خاص کا ہے، اس نسخے سے پتہ چلتا ہے کہ ملا علی قاری صرف فاضل و محدث ہی نہ تھے، بلکہ ایک اعلیٰ درجہ کے خوشنویس بھی تھے، مسٹر براکلمن نے اپنی جرمن فہرست میں علامہ موصوف کی تصانیف کی تعداد تقریباً ۱۰۰ بتائی تھی، ان کی تصانیف زیادہ تر حدیث میں ہیں، علامہ موصوف کو اس قدر دماغی کاموں کے علاوہ قرآن پاک کے لکھنے کا بھی شوق تھا اور اسے وہ سعادت دارین تصور فرماتے تھے،

علامہ موصوف کا پورا نام علی بن سلطان محمد القاری الہروی تھا، ۱۰ صدی ہجری کے اواخر میں پیدا ہوئے، اور ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۵ء میں آپ کا انتقال ہوا،

نمبر ۱۰۵، ۱۰۰۰ھ/۱۵۹۱ء میں علامہ موصوف نے خط نسخ میں اس قرآن پاک کو لکھا ہے، منقش و محلی بالذہب ہے، سطر ۱۵، اوراق ۴۱۲ ہیں، اخیر میں دعائے ختم قرآن ہے،

نمبر ۱۰۶، عم پارہ کا ربع، عبد اللہ بن محمد بن محمود ہمدانی نے، ملک ناصر محمد کے حکم سے ۷۱۳ھ/۱۳۱۳ء میں خط ثلث میں لکھا ہے اور تمام لکھائی سونے کی ہے، اور نہایت ہی مطلا مذہب اور مرصع و منقش ہے، ۷۲۶ھ/۱۳۲۵ء میں امیر سیف الدین بکتمر بن عبد اللہ ساقی نے اسے وقف کیا، یہ ربع پارہ بھی دولت ممالیک بحریہ کا ایک بیش بہا جوہر تھا، سطر ۵، اوراق ۳۶ ہیں،

نمبر ۱۰۷، تیسرا، پانچواں، آٹھواں، نواں، گیارہواں، اٹھائیسواں، اور انتیسواں، یہ سات پارے احمد اصفہانی نے خط ثلث اور نسخ میں ملک ظاہر ابو سعید کے مدرسہ میں لکھا ہے، اور ۷۸۹ھ/۱۳۸۷ء میں کتابت تمام ہوئی ہے، نہایت ہی محلی بالذہب ہے، سطر ۱۱، اوراق علی الترتیب ۱۷، ۱۸، ۱۷، ۱۷، ۱۹، ۱۷، ۱۸ ہیں،

ذیل میں خدیو مصر کے کتب خانہ کے قرآن کے کاتبوں کی فہرست مرتب کیگئی ہے جو اعلیٰ درجہ کے کاتب تھے اور اس فہرست میں نوعیت تحریر و سنہ کتابت کو بھی بیان کیا گیا ہے، معارف کے قارئین کرام کے لیے تذکرہ خوشنویسان میں ۱۰۶ کاتبوں کا اضافہ ہوجائے گا، جو صاحب علم مکمل طور پر خوشنویسوں کی لائف لکھنے پر آمادہ ہوجائیں گے، ان کے لیے کم سے کم ۱۰۶ کاتبوں کی فہرست آسانی سے مل جائے گی جن میں ۶۰ تو نسخ میں، ۱۸ ثلث میں، ۲ تعلیق میں تین خط مغربی اور ایک کوفی میں، اور بقیہ خط معتاد میں اعلیٰ درجہ کے ماہر تھے،

کاتبوں کے نام	نوعیت تحریر	سنہ کتابت
(۱) علی محمد بن مقلہ،	نسخ	۳۰۹ھ / ۹۲۰ء،
(۲) مسعود بن محمد الکاتب اصفہانی،	"	۵۵۵ھ / ۱۱۶۰ء،
(۳) عبد الرحمن بن محمد بن ابی الفتح،	"	۵۹۹ھ / ۱۲۰۲ء،
(۴) مسعود بن محمد ابن مسعود الخطاط اصفہانی	"	۶۰۷ھ / ۱۲۱۰ء،
(۵) یاقوت مستعصمی (دو قرآن مع تاریخ اور ایک بلا تاریخ	")	۶۹۰ھ / ۱۲۹۱ء،

اس کاتب کے ۵ تحریرات ایک تو بانکی پور پبلک لائبریری کا قرآن دوسرا احتشام الدولہ مدراس لائبریری کا قرآن، تیسرا قرآن ۶۹۰ھ / ۱۲۹۰ء نصف اول واجد حسین کتب فروش لکھنؤ، نصف آخر عبد الحسین لکھنؤ، اور اسکی تحریر دیوان حافظ، رامپور لائبریری، اور دیوان علی کا کچھ حصہ حیدرآباد دکن منشی سید علی حسین مرحوم کے کتبخانہ میں اور ۵ قرآن یورپ کے کتب خانوں میں مندرج ہیں، اس کاتب کا نام جمال الدین یاقوت رومی المستعصمی یا عبد اللہ المستعصمی ابو الدر ہے، ۶۹۸ھ / ۱۲۹۸ء میں اسکی وفات ہے،

کاتبوں کے نام	نوعیت تحریر	سنہ کتابت
(۶) احمد بن محمد بن کمال الانصاری (قاہرہ)	"	۷۳۴ھ / ۱۳۳۳ء
(۷) ابن خلیل بن محمد بن عبد الرحمن الحنفی،	"	۷۵۷ھ / ۱۳۵۶ء

کاتبون کے نام	نوعیت تحریر	سنہ کتابت
(۸) علی بن محمد المکتب الاشرفی	نسخ	۷۷۴ھ / ۱۳۷۲ء
(۹) محمد المکتب الشہابی	"	۷۷۶ھ / ۱۳۷۴ء
(۱۰) عبد الشافعی،	"	۷۴۰ھ / ۱۳۳۹ء
(۱۱) حسن بن قاسم جعفری،	"	۷۲۳ھ / ۱۳۲۲ء
(۱۲) موسی بن محمد بن حسن التنوخی، مالکی، اشرفی (قا)	"	۷۷۶ھ / ۱۳۷۴
(۱۳) مبارک شاہ	"	؟
(۱۴) عبد الرحمن بن صائغ (تین قرآن شریف اس کاتب کا ہیں)		۸۰۱ھ / ۱۳۹۸ء
(۱۵) احمد اصفہانی	"	۷۸۹ھ / ۱۳۸۷ء
(۱۶) موسی بن اسمٰعیل الکنانی الحنفی معروف بالجبینی	"	۸۲۰ھ / ۱۴۱۷ء
(۱۷) جانم سیفی جانی بیگ (ابی النصر ملک الاشرف کا زمانہ)	"	—
(۱۸) سعد الحافظ السرای	"	۸۰۷ھ / ۱۴۵۵ء
(۱۹) ابراہیم بن احمد بن عثمان الرقی،	"	۸۳۰ھ / ۱۴۲۶ء
(۲۰) خطاب بن عمر الدنجاوی،	"	۸۸۹ھ / ۱۴۸۴ء
(۲۱) احمد بن علی الفیومی،	"	۹۰۸ھ / ۱۵۰۲ء
(۲۲) عبد اللہ بن حجاج البرماوی،	"	۸۴۳ھ / ۱۴۳۹ء
(۲۳) مملوک کرتبائی بن اقبائی تلمیذ محمد بن علی السہیلی	"	۸۷۹ھ / ۱۴۷۴ء
(۲۴) علی بن اخی قاسم بن رستم الرفاعی،	"	۸۸۵ھ / ۱۴۸۰ء
(۲۵) احمد بن جمال الدین الحافظ الاصفہانی	"	۹۰۶ھ / ۱۵۰۰ء

کاتبوں کے نام	نوعیت تحریر	سنہ کتابت
(۲۶) مملوک قانم بن جانم،	نسخ	سنہ ۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء
(۲۷) عبداللہ بن نصر اللہ	״	سنہ ۸۴۰ھ / ۱۴۳۶ء
(۲۸) محمد بن احمد ضیلی التبریزی	״	سنہ ۹۸۸ھ / ۱۵۸۰ء
(۲۹) قطب الدین،	״	؟
(۳۰) محمد روح اللہ بن حافظ محمد حسین لاہوری (دو قرآن اسکے قلم کے ہیں)		سنہ ۱۱۰۷ھ / ۱۶۹۵ء
(۳۱) بہاء الدین محمد بن الشیخ ابی الفضل لاہجانی	״	سنہ ۱۰۹۴ھ / ۱۶۸۲ء
(۳۲) عبدالقادر بن عیسیٰ،	״	سنہ ۱۱۰۴ھ / ۱۶۹۲ء
(۳۳) حبیب الداعی، از تلامیذ حسن الرشدی (دو قرآن لکھائی)	سنہ ۱۱۸۵ھ	سنہ ۱۱۸۸ھ
(۳۴) احمد النعمانی، از تلامیذ اسمعیل وہبی آفندی،	״	سنہ ״ھ
(۳۵) محمد سعید المعروف بمصری، از تلامیذ احمد الشکری،	״	سنہ ״ھ
(۳۶) مصطفیٰ بردی، از تلامیذ محمد نوری،	״	سنہ ״ھ
(۳۷) عبدالرحمن السعید، یاقوتی،	״	سنہ ״ھ
(۳۸) احمد الشکری مصری، از تلامیذ محمد نوری،	״	سنہ ״ھ
(۳۹) اسمعیل الظہوری،	״	سنہ ״ھ
(۴۰) صالح النجیب،	״	سنہ ״ھ
(۴۱) احمد ابی العز الاحمدی الشافعی	״	سنہ ۱۱۵۸ھ
(۴۲) محمد بن تمام،		؟
(۴۳) حاجی اسمعیل بن ابراہیم السلطونی،	״	سنہ ۱۰۶۲ھ

کاتبوں کے نام	نوعیت تحریر	سنہ کتابت
(۴۴) غیاث الدین محمد بن احمد خلیلی التبریزی	نسخ	سنہ ۹۷۷ھ
(۴۵) ملا علی بن سلطان محمد القاری الہروی	״	سنہ ۱۰۰۰ھ / ۱۵۹۱ء
(۴۶) اسمعیل لیاری زادہ، از تلامیذ حسین آفندی المعروف نجاف زادہ،		سنہ ۱۱۶۶ھ
(۴۷) حافظ عثمان،	״	سنہ ۱۰۳۸ھ
(۴۸) احمد المعروف بنابلی، ساکن غلطہ،	״	سنہ ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۰ء
(۴۹) عبداللہ المعروف بامام، از تلامیذ حافظ عثمان	״	سنہ ۱۱۱۸ھ
(۵۰) حمد اللہ المعروف بابن الشیخ (اس کے دو قرآن ہیں، تاریخ نہیں،		؟
(۵۱) سید حافظ عثمان المعروف بقالیش زادہ،	״	سنہ ۱۱۷۳ھ
(۵۲) حافظ احمد،	״	سنہ ۱۰۹۳ھ
(۵۳) علاء الدین محمد بن محمد حسینی،	״	سنہ ۱۱۴۰ھ / ۱۷۲۷ء
(۵۴) سید مصطفیٰ الملقب بالزہدی، ابن محمد آفندی، ابن حاجی مصطفیٰ،		سنہ ۱۱۹۸ھ
(۵۵) حافظ یوسف، کاتب السرای العامرہ،	״	״
(۵۶) درویش علی،	״	سنہ ۱۰۸۹ھ
(۵۷) احمد القرہ حصاری، از تلامیذ اسد اللہ الکرمانی،	״	سنہ ۹۴۴ھ / ۱۵۳۷ء
(۵۸) علی بن اخی بن رستم الرفاعی،	ثلث	سنہ ۸۸۵ھ / ۱۴۸۰ء
(۵۹) علی بن احمد بن امیر علی بن لاچین البہائی	״	سنہ ۹۰۳ھ / ۱۴۹۷ء
(۶۰) محمد علی الامام	״	؟
(۶۱) احمد اصفہانی	״	سنہ ۷۸۹ھ / ۱۳۸۷ء

کاتبوں کے نام	نوعیت تحریر	سنہ کتابت
(۶۲) عبداللہ بن نصر اللہ	ثلث	سنہ ۸۴۰ھ / ۱۴۳۶ء
(۶۳) یحیی بن الحسن بن احمد القاضی القوشی الواقی	"	سنہ ۷۵۷ھ / ۱۳۵۶ء
(۶۴) عبداللہ بن محمد بن محمود، ہمدانی،	"	سنہ ۷۱۳ھ / ۱۳۱۳ء
(۶۵) احمد بن محمود الدمشی	"	سنہ ۷۸۹ھ / ۱۳۸۷ء
(۶۶) احمد القرہ حصاری، از تلامیذ اسد اللہ الکرمانی،	"	سنہ ۹۴۴ھ / ۱۵۳۷ء
(۶۷) محمود بن حسین بن علی النخجوانی،	"	سنہ ۷۶۲ھ / ۱۳۶۰ء
(۶۸) وہبی،	"	سنہ ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۶ء
(۶۹) خیرت آفندی،	"	?
(۷۰) ابراہیم خلیل المعروف باشبکشی،	"	سنہ ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء
(۷۱) محمد بن کزل العیساوی،	نسخ	?
(۷۲) ابن عبدالسمیع محمد امین التبریزی،	"	سنہ ۱۲۰۵ھ / ۱۷۹۰ء
(۷۳) سید حافظ عثمان رشدی بن خلیل، از تلامیذ محمد راسم،	"	سنہ ۱۲۵۹ھ / ۱۸۴۳ء
(۷۴) حافظ احمد المعروف لباطی زادہ	"	سنہ ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء
(۷۵) حافظ اسمٰعیل حقی، از تلامیذ سید محمد حلمی،	"	سنہ ۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء
(۷۶) حافظ برہان الدین، المعروف بامیر حافظ زادہ،	"	سنہ ۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۰ء
(۷۷) سید محمد حمدی، از تلامیذ ابی بکر وصفی،	"	سنہ ۱۲۶۵ھ / ۱۸۴۸ء
(۷۸) احمد خلوصی ابن حاجی خلیل، از تلامیذ ابراہیم ادہمی ایکماگے	"	سنہ ۱۲۲۸ھ / ۱۸۱۳ء
(۷۹) عبداللہ الراسخ، از تلامیذ عبداللہ الصدقی	"	سنہ ۱۲۹۷ھ

کاتبون کے نام	نوعیت تحریر	سنہ کتابت
(۸۰) سید سلیمان النظفی، از تلامیذ امام زادہ،	"	سنہ ۱۲۱۵
(۸۱) شیخ صالح	"	سنہ ۱۲۳۶
(۸۲) سلیمان لیساری،	"	سنہ ۱۲۸۵
(۸۳) علی الحلمی، از تلامیذ حافظ اسمٰعیل،	"	سنہ ۱۲۸۶
(۸۴) محمد سعیدی ابن اسمٰعیل حامدی،	"	سنہ ۱۲۸۴
(۸۵) شیخ مصطفےٰ القیسی، از تلامیذ حسن بن محمد الجوری	"	سنہ ۱۲۳۳ھ
(۸۶) سید عبداللہ الزہدی،	"	سنہ ۱۲۷۷
(۸۷) سید صالح، المعروف بجمشیر،	"	سنہ ۱۲۱۱
(۸۸) سلیمان الوہبی القادری، الاشرفی، از تلامیذ ابراہیم شوقی،	"	سنہ ۱۲۴۳
(۸۹) محمد عطاء اللہ المعروف لبرب زادہ،	نستعلیق	سنہ ۱۲۸۶
(۹۰) شاہ محمود نیشاپوری،	"	سنہ ۹۵۶ھ / ۱۵۵۷ء
(۹۱) محمد حمدی بکوتاہی، المعروف بحافظ الکتب از تلامیذ سید عثمان المعروف برادر تسخ	"	سنہ ۱۲۴۶ھ / ء
(۹۲) سید حافظ محمد راشد المعروف بتربت دار حضرت خالد بن زید ابی ایوب الانصاری،	"	سنہ ۱۲۶۵ھ
(۹۳) سید عبداللہ،	"	?
(۹۴) محمد امین المعروف بعزتی،	"	سنہ ۱۲۰۰ھ
(۹۵) سید صالح صلاحی	"	سنہ ۱۲۰۳
(۹۶) محمد بن عمر الطنبوبی الشافعی،	نسخ	سنہ ۱۲۴۷ھ / ۱۸۳۱
(۹۷) ابوالحسن بن ابی طاہر،	معمولی	سنہ ۱۱۱۹ھ / ۱۷۰۷ء

کاتبوں کے نام	نوعیت تحریر	سنہ کتابت
(۹۸) محمد ابی الخیر المقری ابن صالح السواق،	معمولی،	سنہ ۱۲۸۶ھ
(۹۹) عبد الکریم بن احمد طلوسی،	"	سنہ ۱۰۷۸ھ / ۱۶۶۷ع
(۱۰۰) مصطفی بن محمد (قسطنطنیہ)	"	سنہ ۹۳۵ھ
(۱۰۱) محمد الاجہوری،	"	سنہ ۱۲۷۱ھ
(۱۰۲) یونس بن محمد اندلسی،	مغربی	سنہ ۱۱۶۶ھ / ۱۷۵۲ع
(۱۰۳) محمد ادلاث،	"	؟
(۱۰۴) مبارک بن محمد گوری،	"	؟
(۱۰۵) امام جعفر صادق (المتوفی سنہ ۱۴۸ھ / ۷۶۵ع)	کوفی	؟

سیاست مدن

(بسلسلۂ گذشتہ)

از مولوی عبد الباسط صاحب بچھرایونی،

سیاست مدن سیاست مدن تمدنی منزل مین حکمت عملی کے اس حصہ کو کہتے ہین جو ایک قوم ایک شہر یا ایک ملک کے باہمی تعلقات کے حفظان کے متعلق ان اصول سے بحث کرتا ہے جس سے تمام افراد مین طریقۂ عدالت جاری وساری رہتا ہے اور جسکی وجہ سے تمام افراد ترقی اور بہبودی کی طرف مائل ہوتے ہین،

ضروریات زندگی مین تعاون وتعامل کا لازم ہونا بیان کیا جاچکا ہے، فطرت نے انسان کو آزاد پیدا کیا ہے اسلیے سوسائٹی مین ہر اعلیٰ وادنی شخص پورا آزاد اور خود مختار ہے لیکن بعض اوقات اعلیٰ شخص ادنی پر بیجا دباؤ ڈالتا ہے اور اسکی آزادی مین مخل ہوتا ہے اسلیے یہ ضرورت پیش آئی کہ ابنائے جنس ایک دوسرے کی آزار رسانی سے محفوظ رہین اور ہر شخص سوسائٹی مین اپنے اپنے مراتب کے مطابق عمل کرتا رہے، اور اگر کوئی ایسا کام کرے جس سے سوسائٹی کو نقصان پہنچے تو اس کو سزا دیجائے تاکہ آیندہ اس کو تنبیہ اور دیگر افراد کو عبرت حاصل ہو،

تمدن کی ابتدائی حالت مین تمام سوسائٹی کو یہ اختیار تھا کہ جب سوسائٹی کے کسی ممبر سے کوئی جرم سرزد ہوتا تھا تو سب ملکر اس کیلیے سزا تجویز کردیتے تھے، جرائم اور مجرمونکی نوعیت کے لحاظ سے مختلف سزائین تجویز کیجاتی تھین اور اسی کے مطابق ان کو فیصلہ سنا دیا جاتا تھا رفتہ رفتہ ان مختلف فیصلون نے قانونی صورت اختیار کرلی اور سوسائٹی کے اختیارات کا نام جو لوگون مین قاعدۂ عدالت قائم رکھین اور

جو فرد اس قاعدہ کی خلاف ورزی کرے اس کو سزادین سیاست کہلانے لگا،

شروع مین ہر مقدمہ مین سوسائٹی کے ہر فرد کو رائے دینے کا استحقاق یکسان تھا اور ہر ممبر کو
یہ حق تھا کہ وہ قانون وضع کرے اور اسکا نفاذ کرے گویا اس مین ایک جمہوری سلطنت کی سی شان تھی،
لیکن جب متمدن سوسائٹی مین ترقی ہوئی اور افراد مین ان کے حالات اور مذاق کے اعتبار سے کام تقسیم
ہوئے تو ایک مقدمہ کے لیے تمام افراد کا جمع ہونا نہ صرف ان کے ذاتی کامون مین بھی حارج ہوا،
بلکہ ایک طرح محال ہوگیا، اسلئے انفصالِ مقدمات کے اختیارات ایک شخص واحد کو دیدیئے گئے،
اور اس کا نام قاضی یا منصف ہوا، لیکن قوانین سازی سوسائٹی کے ہاتھ مین رہی، منصف کا کام ان
منضبط قوانین قوم کے مطابق مجرمون کو سزا دینا قرار پایا، ساتھ ہی ساتھ اسکی ضرورت بھی پیش آئی کہ
اس سوسائٹی، شہر یا ملک کی حفاظت بیرونی حملون سے کیجائے تاکہ امن قائم رہے، اس لیے قیام
افواج ضروری ہوا، جماعت مین سے چند اشخاص جو اس کام کے لیے موزون ومناسب تھے فوج مین
بھرتی کئے گئے اور ان کا جداگانہ قانون بنایا گیا، صلح وجنگ کا اختیار اور اس فوج کی عنانِ حکومت
ایک خاص شخص کے سپرد کیگئی تاکہ وہ صرف انہین امور پر اپنا وقت صرف کرے، اس کو اندرونی اور
بیرونی نقصانات کی تلافی کے تمام اختیارات دیئے گئے اور اس کا نام حاکم یا بادشاہ ہوا،

اب فوج کے لیے جو بجز محافظتِ قوم اور کوئی کام انجام نہین دیسکتی تھی یا حاکم وقت کے لیے
اخراجات کی ضرورت لاحق ہوئی چونکہ وہ اپنے لیے جداگانہ اکتسابِ معاش سے قاصر تھے اس لیے
تمام سوسائٹی کے ذمہ ایک محدود رقم مقرر کیگئی اور اس کا نام ٹیکس یا اخراج ہوا، اس ٹیکس کی
آمدنی کچھ عدالت اور افواج کے اخراجات مین صرف ہوتی تھی اور کچھ حسب ضرورت بادشاہ کے
صرف مین آتی تھی،

عوام الناس بادشاہ وقت کی عزت کرتے تھے اور اس کے احکام کی تعمیل، لیکن اگر وہ خلاف

قانون کوئی حکم کرتا تھا تو سوسائٹی کے ہر فرد کو اس کو متنبہ کرنے کا حق ہوتا تھا،

جنگ کے موقع پر بادشاہ کے سپرد تمام انتظامات ہوتے تھے، اور امن وصلح کے زمانہ مین اسکی
حیثیت دیگر رؤسائے شہر کے برابر ہوتی تھی، باقی سلطنت کا نظم ونسق رعایا یا کونسل کی صلاح اور مشورے
سے انجام پاتا تھا، لیکن بادشاہ کا اقتدار زیادہ ہوتا تھا، اور اس کا ادب رعایا پر فرض تھا، اسی طرح
تمدن نے ترقی کرتے کرتے سلطنت قائم کرلی، لیکن یہ سلطنت جمہوری سلطنت تھی جس مین بادشاہ
یا حاکم کا انتخاب سوسائٹی یا رعایا کی رائے سے ہوتا تھا، قیام سلطنت کے بعد ہر فرد مجرم کو سزا دینے کا مستحق نہیں
رہا بلکہ وہ بجائے خود سزا دینے کے عدالت سے سزا دلاسکتا تھا،

مطلق العنانی یا غیر متمدن حالت مین اگرچہ ہر فرد کے اختیارات وسیع تھے لیکن اس آزادی کا فائدہ
مفقود تھا اور اس آزاد زندگی مین کوئی بھی اپنی حفاظت خود نہین کرسکتا تھا، اس وقت نہ تو کوئی قاعدہ و
قانون تھا جو سب کے لیے یکسان ہو اور نہ جائز ناجائز کا کوئی معیار تھا بلکہ ایک ہی نوعیت کے مقدمات
کے فیصلے مختلف طرائق سے ہوتے تھے اور اکثر مین طرفداری اور رعایات مدنظر رکھی جاتی تھین، دوسرے
کوئی ایک شخص مسلمہ طور پر منصف نہ تھا بلکہ ہر شخص خود ہی واضعِ قانون بھی ہوتا تھا اور خود ہی قانون نافذ کرتا تھا،
اور اکثر خودغرضی کی بنا پر انصاف دشوار ہوتا تھا،

جب سلطنت جمہوری قائم ہوئی اور اس نے امن عامہ کو قائم کیا، قوانین وضع کئے اور ان کے مطابق
حکمرانی کی اور سوسائٹی مین نصفت در عدالت قائم کی اور ملک وسوسائٹی کو اندرونی اور بیرونی حملون سے
محفوظ رکھا،

چونکہ قوانین کے وضع کرنے کا اختیار سوسائٹی کے ہر فرد کو تھا اسلیے اس مین بھی وہی دقت ہوئی
کہ ہر شخص اس کو انجام نہ دیسکا اسلیے کل قوم نے اپنے سربرآوردہ اشخاص کو اپنی طرف سے اس کام کیلئے
منتخب کردیا جو عقل ودانش اور علم ولیاقت مین دوسرون سے ممتاز تھے، اور سب نے اس کو تسلیم کرلیا کہ

ان کے وضع کردہ قوانین پر ہر شخص عمل پیرا ہوگا اور کسی کو اختلاف نہ ہوگا، اس مجلس کو واضع قوانین یا لیجسلیٹو کونسل کے نام سے موسوم کیا، یہ وہ جماعت ہوتی ہے کہ جب اوسکو ذی اختیار بنا دیا جاتا ہے تو تمام افرادِ قوم پر اس کے وضع کردہ قوانین کی اطاعت فرض ہو جاتی ہے، اس مین شک نہین کہ مقنن کے اختیارات سب سے زیادہ ہوتے ہین لیکن وہ قانون بنانے مین بالکل خود مختار نہین ہوتا بلکہ اسکو امور ذیل کا پابند ہونا لازمی ہے،

اول وہ اس امر کا خیال رکھے کہ وہ ایسے قوانین وضع کرے جن سے قوم وملک کی حالت درست ہو اور وہ خلاف فطرت نہ ہون بلکہ ہر ایک مین قوم کی فلاح وبہبودی متصور ہو،

دوسرے وہ ایسے قوانین منضبط کرے جو ہر شخص کے لیے یکسان حکم رکھتے ہون، افراط وتفریط سے بری اور عدل وانصاف پر مبنی ہون،

تیسرے ان قوانین مین خلائق کے جان ومال کی حفاظت مدنظر ہو اور ٹیکس یا خراج کا مقرر کرنا بغیر استصوابِ رائے قوم بے حد وبے حساب نہ ہو،

چوتھے وہ قوانین ایسے منضبط ہون کہ وہ مستقل ہون، اور جلد جلد تبدیل نہ ہوتے ہون،

جس شخص کے ہاتھ مین عنانِ حکومت ہو اس کو خاص خاص ایسے اقتدارات بھی حاصل ہونا چاہئین جو قانون مروجہ سے برتر ہون، چونکہ بعض اوقات ایسے واقعات پیش آجاتے ہین جہان مقنن کا قانون کوئی ہدایت نہین کرتا اس وقت حاکمِ وقت کو چاہیئے کہ وہ اپنی ذاتی رائے سے فیصلہ کرے،

غرض یہ سلطنت جمہوری ایسی سلطنت ہو کہ نیچرل یا فطری حالت مین جو اقتدارات واختیارات لوگون کو فرداً فرداً حاصل تھے، وہ انھون نے سوسائٹی کو دے اور پھر سوسائٹی نے وہ ایک حکمران اور اس کے ماتحت چند افسران کو اس شرط پر دیئے کہ وہ انکی جان ومال، عزت وآبرو کی ہر طرح حفاظت کرے اور انکی بہبودی اور ترقی مین ہمیشہ کوشان رہے، لیکن اوسکو لوگونکی جان ومال پر خود مختارانہ اختیار حاصل نہین ہو سکتا،

جب سوسائٹی تمدنی زندگی کی آخری منزل پر پہنچ جاتی ہے تو اس کے قوانین عدالت اعلیٰ پیمانہ پر ہوتے ہین، اور اسکی گورنمنٹ اپنے تمام افراد کی بھلائی اور بہبودی کے لیے اور تمام سوسائٹی کے انتظام کے لحاظ تمدنی اصول وضع کرتی ہے اور انکو مشتہر کرتی ہے اور رعایا کو ان پر کاربند رکھتی ہے، وضعِ قوانین، عدالت وسیاست، نظم ونسق، آئینِ مملکت، اور انتظام ایک عمدہ گورنمنٹ کا فرض ہے، صلح کل، امن جوئی، معاونت وہمدردی اور حفاظت تمدن کے معاون ہین لیکن دشمنی، عناد، جور وظلم اور خانہ جنگی تمدن مین رخنہ انداز ہوتے ہین، جن سے اجزائے عالم کا مضبوط ومستحکم شیرازہ پارہ پارہ ہو جاتا ہے اسلیے گورنمنٹ خرابی کی رخنہ بندی اور مظلوم ومستحقین کی حفاظت کرتی ہے،

ملک کشمیر کے متعلق فارسی نامون کی تصحیح

از

جناب غلام حیدر صاحب تحصیلدار سدھونی (کشمیر)

اپریل ۱۹۲۳ء کے معارف میں سلطان زین العابدین والی کشمیر کے سوانح و واقعات پر مولوی ابوالحسنات مرحوم کا ایک مضمون تاریخ فرشتہ کے حوالہ سے نکلا تھا، فارسی تاریخوں میں ہندوستان کے مقامات کے نام فارسی لہجہ میں ذرا بدل گئے ہین، کہ ہر زبان کا تلفظ اور لہجہ دوسری زبان سے الگ ہوتا ہے، چونکہ مضمون مذکور مین فارسی تاریخ سے مدد لی گئی تھی، اسلیے وہی تلفظ قائم رہا، اب خود ایک گھر کے بھیدی اس راز کو ظاہر کرتے ہین، اسلیے ہم بھی اسکو وقف عام کرتے ہین تاکہ دوسرے اہل قلم بھی ان صحیح نامون کو جان لین

ہر ایک شخص جو کسی اجنبی ملک میں جاتا ہے، اپنی معلومات کی وسعت کے لیے اس ملک کا باشندہ یا کم از کم واقفکار رہبر، گائڈ یا رہنما ساتھ رکھتا ہے، رسالہ معارف، ماہ اپریل ۱۹۲۳ء میں مولانا ابوالحسنات صاحب ندوی نے اپنے شبدیز قلم کی عنان میرے وطن کشمیر کی طرف موڑی ہے، اور اس خطۂ پاک کے سلطان زین العابدین کے متعلق درافشانی فرما کر ہم اہالیان کشمیر کو مفتخر و معزز فرمایا ہے، کیا یہ بیجا ہوگا، کہ اس سفر کے پیچیدہ پہاڑی راستون مین یہ ہیچمیرز صاحب ممدوح الصدر کی رہنمائی یعنی گائڈ بننے کا فخر حاصل کرے، کیونکہ مین دیکھتا ہون، کہ ان سے معمولی لغزشین اس سفر مین ہوئی ہین،

۱۔ صفحہ ۲۵۳، سطر ۶، "جسرت کھکڑ" در اصل "جسرتھ گکھڑ" ہے، گکھڑ ایک اعلی قوم ہے، جو راولپنڈی کے ارد گرد حکمرانی کرتی رہی، اور جنھون نے محمد غوری کو قتل کیا تھا،

۲۔ صفحہ ۲۵۶، سطر ۱۶، "سیہ بٹ" در اصل "سیہ بٹ" ہے، کشمیری پنڈت اکثر اپنے نام کے ساتھ لفظ بٹ لگاتے ہیں، مثلاً شوور بٹ، سری بٹ (بجائے سری بت معارف مذکور صفحہ ۲۵۰، سطر ۲) بودی بٹ (بجائے بودی بت معارف مذکور صفحہ ۲۶۰، سطر ۸)

۳، صفحہ ۲۶۰، سطر ۱۱، راج ترنگنی کے متعلق "مشتمل تھی" نہین بلکہ "ہے" اب یہ کتاب چھپ چکی ہے، بڑی ضخیم اور پراز معلومات کتاب ہے،

۴، صفحہ ۲۶۳، سطر ۱۵، "اولر" تالاب نہین بلکہ کشمیر کی سب سے بڑی جھیل ہے، اس کا درمیانی قطر کم از کم تین میل ہوگا، اور بجائے "اولر" کے "ولر" درست ہے،

۵۔ صفحہ ۲۶۶، سطر ۱ "لوہر کوٹ" اس زمانے کا نام تھا، بعد مین لوہرن کہنے لگے آج کل لوہرن کہتے ہین، ریاست پونچھ کشمیر کے شمال مشرقی کونے مین ایک بڑا بھاری گاؤن ہے، اس زمانے مین ریاست کشمیر کا دار الخلافہ موسم گرما کا تھا، یہان بڑا بھاری قلعہ تھا، جس کے کھنڈرات اب بھی موجود ہین، یہ قلعہ چتوڑ کے قلعہ سے کچھ کم مضبوط نہ ہوگا، اس گاؤن کے پشت یعنی شمال مشرق کی طرف ناقابل گذر رفیع الشان پہاڑ ہیں، سامنے ایک تنگ درہ جو بمشکل ایک ایک سوار کے گذرنے کے قابل ہے، دستی نقشہ ملاحظہ ہو،

لوہرن

پلیرہ
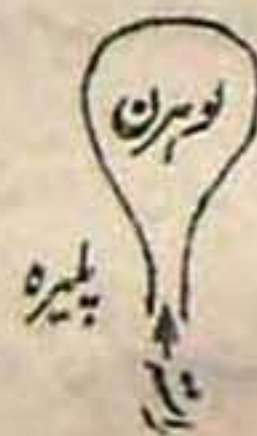
پلیرہ کے مقام پر اگر پانچسو جوان مسلح آج بھی رکھے جاوین تو راستہ بالکل ناقابل گذر، اور قلعہ بالکل محفوظ ہوتا ہے،

۶۔ صفحہ ۲۶۶، سطر ۱۲، "موضع پنچھ" نہین بلکہ پونچھ اس زمانے مین کشمیر کا ایک علاقہ تھا، اور اب چھوٹی سی ریاست ہے، جسمین قریباً سات لاکھ باشندے رہتے ہین، سرکاری آمدنی کل ۱۰ لاکھ روپیہ سالانہ ہے،

موجودہ وقت میں سری راجہ سکھدیو سنگھ صاحب بہادر حکمران ہیں، جو سری راجہ صاحب راجۂ راجگان راجہ کلان بہادر راجہ دھیان سنگھ صاحب (وزیر اعظم مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب شیر پنجاب) کے پڑپوتے ہیں، ("راجہ راجگان راجہ کلان بہادر" کا خطاب راجہ دھیان سنگھ صاحب کو مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب نے بخشا تھا)

۷- صفحہ ۲۶، سطر ۱۰ "ٹیلاب" غلط ہے، لفظ "یولاب" ہے، جو سوپور سے شمال کی جانب ایک وسیع اور سرسبز علاقہ ہے،

۸- سلطان زین العابدین کو کشمیر کے لوگ "بڈشاہ" یعنی بڑا بادشاہ کہتے ہیں جسمانی محنت کے وقت کشمیر کے لوگ "بڈشاہ پادشاہ" کا نعرہ تبرکاً دتیمناً لگایا کرتے ہیں،

کشاف الہدیٰ

مرتبہ سیٹھ یعقوب حسن صاحب

قرآن مجید کی تاریخ، نزول، ترتیب، حفظ و جمع، وجوہ اعجاز، وحی و الہام، نسخ، قرآن کی کتابت، قصص وغیرہ پر مباحث، قرآن مجید کے متعلقہ مضامین کے سمجھنے کے لیے یہ کتاب نہایت مفید ہے اور بڑی محنت سے لکھی گئی ہے،

قیمت عہ

منیجر

تلخیص و تبصرہ

جامع ازہر

اکتوبر کے رسالہ مانچسٹر گارجین میں عنوان بالا سے ایک مضمون شائع ہوا ہے، گذشتہ اکتوبر سے جدید علوم و فنون کی ترویج و توسیع کے لیے ایک نیا جامعہ قائم کیا گیا ہے جو جامع ازہر اور دوسرے مدارس کے علاوہ تمام تعلیمی مرکزوں کو منظم و مرتب کرے گا،

"مصر ایک بہت بڑی حد تک اسلامی ملک ہے، الازہر اسلامی خیالات کا پرتو ہے، اسلامی ترقی کا مستقبل اسی کی آئندہ مساعی پر منحصر ہے، اس لیے یہ دیکھکر بعض مخلصین کو افسوس ہوا ہے کہ جامع ازہر کو اس جدید تنظیم میں شریک نہیں کیا گیا، مگر اس خیال سے کہ ممکن ہے کہ یہ نیا جامعہ بھی اس کے لیے مفید ثابت ہو ایک گونہ تسکین ہوتی ہے"

"عہد آغاز اسلام میں بغداد، قرطبہ، قیروان، البصرہ اور کوفہ تمدن و تہذیب اور علوم و فنون کے مرکز تھے، آج یہ فخر صرف قاہرہ کو حاصل ہے" یہ ابن خلدون کے الفاظ ہیں اور اسلامی نقطۂ نظر سے اگرچہ خود ابن خلدون کی وفات کو سات سو سال ہو چکے ہیں، لیکن اب تک بالکل اسی طرح صحیح ہیں، اگر آج الازہر صرف واحد مسجدی جامعہ ہے تو وہ عرصہ سے مصر کا قدیم ترین مدرسہ بھی ہے، عرب فاتحین نے اپنے مصری دار السلطنت میں صرف ایک مسجد بنوائی تھی جس میں تمام مسلمان جمعہ کی نماز کے لیے جمع ہوتے تھے، لیکن جب آبادی مسجد عمر کی وسعت سے بڑھ گئی تو احمد بن طولون نے ۸۷۶ء میں ایک دوسری بڑی مسجد بنوائی جو آج تک اس کے نام سے مشہور ہے، اس کے بعد لاتعداد مساجد، مکاتب اور خانقاہیں عالم وجود میں آگئیں، ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ یہاں لاتعداد مساجد اور خانقاہیں ہیں کیونکہ ہر امیر دوسرے پر سبقت لیجانا چاہتا ہے، اور مدارس و مکاتب کا تو کوئی شمار ہی نہیں

جامع ازہر مارچ ۹۷۲ء میں دنیا کی ایک عبادتگاہ کی حیثیت سے تعمیر ہوئی، اس کے پانچ سال بعد درس و تدریس کا آغاز ہوا، مقریزی کا بیان ہے کہ اس تعلیمی مرکز کا افتتاح بہت شان و شوکت سے ہوا تھا، فاطمی سلاطین کی خاص نظرِ عنایت اس طرف مبذول تھی، انھوں نے اسے سنیوں کے خلاف جو ان کے سیاسی و مذہبی حریف تھے، اس سے تبلیغی مرکز کا کام لیا، اسلیے اس میں بہترین دماغ جمع کیے گئے، اسی وجہ سے ابتدائے قیام سے یہ جامعہ ایک نہایت ہی اہم چیز رہا، خلیفہ العزیز بن المعز نے مدرسہ کے لیے بڑا کتب خانہ وقف کیا، اساتذہ و طلبہ کے وظائف مقرر کئے، مگر اس کا بیٹا حاکم بامر اللہ اس سے بھی سبقت لے گیا،

سلطان صلاح الدین کے قبضۂ مصر کے بعد الازہر کو وقتی صدمہ پہنچا تقریباً ایک صدی تک وہاں جمعہ کی نماز نہیں ہوئی، مسجد الحاکم، حکام کا تعلیمی مرکز بن گئی ۱۲۶۶ء میں اس میں پھر تعلیمی زندگی کا آغاز ہوا، لیکن اس کا نصب العین بدل چکا تھا، اور اب یہ سنیوں کا ایک بڑا مرکز تھا، اہلسنت والجماعہ کے چاروں فرقوں نے اپنے بہترین اساتذہ وہاں بھیجے تاکہ الازہر ایک مرتبہ پھر دنیائے اسلام کا بہترین تعلیمی مرکز بنجائے، ہر سلطان و امیر نے اس کی اعانت شروع کی، چنانچہ ۱۳۰۳ء میں جب زلزلہ سے قاہرہ کی اکثر عام عمارتیں منہدم ہوگئیں تو امرا نے ان کی تعمیر کا کام بانٹ لیا، جب ان میں سے ایک (سالار) کو معلوم ہوا کہ الازہر کی تعمیر اس کے ذمہ ہے تو اسکی مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی اور اس نے اپنے کام کو بہت اچھی طرح انجام دیا،

زمانہ کے انقلابات کے ساتھ ہی ساتھ تمام دوسرے مدارس فنا ہوگئے اور الازہر کو مرکزیت حاصل ہوگئی، اس تعلیمی مرکزیت نے سیاسی خیالات میں بھی ایک اتحاد پیدا کردیا، اس کے شیوخ حکومت کے اراکین ہوگئے، ان کی جماعت خاص اہمیت و قوت رکھتی تھی وہ ایک لائحۂ عمل بناتے اور پھر اس کو عملی جامہ پہناتے تھے، سنہ ۱۵۰۱ء میں قانصوہ الغوری کو انھیں کی تحریک نے مصر کا سلطان بنایا، جب ۲۴ جولائی ۱۷۹۸ء میں نپولین قاہرہ میں داخل ہوا تو اس نے سب سے پہلے الازہر کے شیخ اعظم سے ملاقات کی، مئی ۱۸۰۵ء میں الازہر نے اسی سبق سے کام لیا، اس نے عمرو مکرم کو معزول کرکے محمد علی کو مصر کا بادشاہ بنایا، لیکن اب گھڑی کی چال بدلگئی ہے اور

وہ اثر و اقتدار بھی ایک بڑی حد تک غائب ہوچکا ہے، لیکن اگر موقع ملے تو اس میں حصول قوت کی استعداد اب بھی موجود ہے،

الازہر مسیحیت کے سب سے قدیم مقدس جامعہ سے پرانا ہے، لیکن یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ مسلمانوں نے اپنی اولین کامیابی کے بعد ہی اس کی بنیاد رکھی تھی بلکہ اس کے صدیوں بعد جب اسلام چار دانگ عالم میں پھیل چکا تھا، یہ قائم کیا گیا، خلفائے راشدین کے سامنے تعلیم و فقہ کے اصول سے زیادہ جدید حکومت کی تنظیم کا سوال تھا، وہ سپاہی تھے علمانہ تھے، مکاتب و مدارس بعد کی چیزیں ہیں، ان کے بعد اسلام کی ترقی میں سستی آگئی، پہلے یہ مدارس مساجد میں ہوتے، بعض لوگ اپنی تشفی کے لیے وہاں بیٹھکر گفتگو کرتے لوگوں کی تعداد بڑھنے لگی، مگر باقاعدہ مدرسہ کے قیام میں ایک عرصہ لگا،

اکثر عرب مورخین کا خیال ہے کہ اولین مدرسہ جو طلبہ کے لیے مخصوص طریقہ سے قائم کیا گیا وہ نظام الملک کا بغدادی مدرسہ تھا جسکی بنیاد ۱۰۶۶ء میں ڈالی گئی تھی، اس عہد کے لوگوں نے اس کے قیام پر ماتم کیا تھا، کہا جاتا ہے کہ ماورائے عراق کے علماء و فضلا نے جب یہ خبر سنی تو ان کو اس کا بہت رنج ہوا کہ آج سے حقیقی علوم و فنون کا خاتمہ ہوگیا، جامعہ ازہر کا مقصد اسلامی اصول کی مدافعت تھی اور وہ اب تک قائم ہے آج بھی جو لوگ اس سے نکلتے ہیں وہ اسلامی روایات کی مدافعت اور اس کے اصول کی تبلیغ کرتے ہیں ان میں بعض مفتی ہیں اور انکا اثر و اقتدار بہت زیادہ ہے آخر اس اثر و اقتدار کا سبب؟ اس کے لیے ہم کو اسلام کے بعض مخصوص حالات کا مطالعہ کرنا چاہیے،

اسلام جمہور کا مذہب ہے اور اس میں جمہور ہی جمہور کے لیے کام کرتے ہیں، اس میں مذہبی پیشواؤں کی کوئی جماعت نہیں، خدا اور بندہ میں کسی واسطہ کی ضرورت نہیں، مگر بعض حیثیات سے یہ نہایت ہی الجھا ہوا مذہب ہے، یہ مذہبی اصول بھی ہے، اور ملک کا قانون بھی، معاشری مقنن بھی ہے اور انفرادی حیات کا ضابطہ بھی، قرآن صرف مسلمانوں کی کتاب مقدس ہی نہیں بلکہ قانون اسلام کی بنا بھی ہے، پیغمبر اسلام صلعم کے

افعال واقوال قانون کا درجہ رکھتے ہیں، اسلیے اگرچہ اس میں کوئی مذہبی جماعت نہیں ہے مگر پھر بھی اس کے فقہا ضرور ہیں، اس کا ہر لفظ خدا یا اس کے رسول کی طرف منسوب ہوتا ہے اسلیے فقہ واصول، اسلامی تمدن کے محور میں اس کا وسیع مطالعہ جلد ختم نہیں کیا جا سکتا اسکیلیے مدت دراز اور سخت محنت کی ضرورت ہے اور الازہر کا مقصد وحید اسی شے کی تکمیل ہے، اس بنا پر جو شخص اس سے تعلیم پاکر نکلتا ہے وہ اسلامی تعلیم، احکام اور روایات کا محافظ ہوتا ہے، اگرچہ اس کے ہاتھوں میں عصائے شاہی نہیں ہوتا وہ کسی فوج کی کمان نہیں کرتا، اور کسی سیاسی چال یا سازش میں نہیں پڑتا اور یہ چیزیں دوسروں کے قبضہ میں ہوتی ہیں، پھر بھی اونکی قوت غیر محدود ہے، ان کے حلقۂ اثر میں اون کا خیال قانون ہے ان کے اختیارات کو نہ تو کوئی روک سکتا ہے اور نہ کم ہی کر سکتا ہے، اگرچہ علماء کے اتنے اختیارات ہیں مگر ان کا نقطۂ نگاہ بہت تنگ ہے اور وہ ہر اُس چیز کو جو کسی نہ کسی طرح ان کے مذہبی خیال کے مطابق نہ ہو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے، وہ اب تک لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں، اسی لیے الازہر حقیقی معنوں میں اسلامی مدرسہ نہیں ہے وہ تو بارہویں صدی عیسوی کی پیداوار و حالات کا چربہ ہے، اور کوئی ترقی پذیر قوم آج سے چھ سو سال کے نصاب کو رٹ کر اپنی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتی،

الازہر نے تمام علوم کو دو شعبوں میں تقسیم کیا ہے (۱) جو خود مستقل علوم ہیں (۲) جو واسطہ ہیں، اول الذکر میں اخلاقیات، فقہ، اصول فقہ، حدیث، تفسیر وغیرہ ہیں اور مؤخر الذکر میں قواعد صرف ونحو، علم معانی، عروض اور ابتدائی علم حساب، داخلہ کی شرائط بھی بہت معمولی ہیں،

۱۸۹۵ء تک خدیوی حکومت نے مدرسہ کے اندرونی انتظامات میں کوئی مداخلت نہ کی، لیکن اس سال خدیو نے پانچ علماء کی ایک جماعت مقرر کی جسکا مقصد یہ تھا کہ وہ مدرسہ کے موجودہ حالات کی تحقیقات کر کے اس کے متعلق اپنی سفارش پیش کرے، اس سفارش نے ۱۸۹۶ء کے قانون کی صورت اختیار کی، ۱۹۱۱ء میں ان قوانین میں ترمیم کی گئی مگر ان سے قدیم نصاب میں کوئی معقول تغیر نہ کیا جا سکا، اور اسکی اندرونی حالت تقریباً وہی رہی جو سلطان صلاح الدین کے زمانہ میں تھی، اس کے بعد اس کے درجوں میں سرکاری مفتیوں

کے لیے ایک الگ درجہ کا اضافہ کیا گیا، مگر اس کا محکمہ بالکل الگ ہے اور نفس مدرسہ کے عام حالات پر اسکا کوئی اثر نہیں پڑتا،

الازہر کی قوت واثر اس کے اندرونی حالات کی بجائے بیرونی ذرائع واسباب پر مبنی ہے، اس مسجد مدرسہ کے قریب ہی متعدد سرکاری مدارس قائم ہیں جہاں فرانسیسی زبان، تاریخ اور جغرافیہ کی بھی تعلیم ہوتی ہے، مگر یہاں کے طلبہ کی تعداد الازہر سے ہمیشہ بہت کم رہتی ہے مگر یہ واقعہ کہ نصاب کی سختی کے باوجود یہاں کے طلبہ موجودہ مسائل علوم وحالات سے اس قدر واقف ہیں اور ان میں عملی حصہ لیتے ہیں اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ ان کی نفسی کیفیت کیا ہے اور معمولی نصابی تبدیلی ان کو کس قدر بلند کر سکتی ہے،

حکومت کی یہ کاروائی کہ اس طریقہ سے ان علماء کا اثر کم کرے، بیکار ثابت ہوگی اب تک ملک پر اسکا بہت بڑا اقتدار ہے، اور یہ وسیع جماعت اپنے کو اس آسانی سے فنا نہ ہونے دیگی یہ جنگ، اپنا رنگ لائے بغیر نہ رہیگی، اسلیے ان سے دشمنی مول لینے سے بہتر یہ ہے کہ انکی اصلاح وترقی کے سامان مہیا کیے جائیں اور اس طرح ملک کی سب سے بڑی جماعت کو اپنے موافق کر کے اس سے بہترین کام لیے جائیں،

اس مضمون میں بعض ایسے جملے ہیں جن سے بعض غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی ہیں، مثلاً یہ کہ، خلفائے راشدین کے سامنے تعلیم وفقہ کے اصول سے زیادہ جدید حکومت کی تنظیم کا سوال تھا وہ سپاہی تھے علماء نہ تھے، مکاتب ومدارس بعد کی چیزیں ہیں، حالانکہ خلفاء نے تنظیم حکومت کے ساتھ فقہ وحدیث کی تعلیم کی بھی اشاعت کی ہے اور متعدد اکابر صحابہ نے اپنی خدمات اس کے لیے وقف کر دی ہیں، اصطلاحی معنوں میں اگرچہ اس زمانہ میں مدارس ومکاتب قائم نہ تھے، تاہم مسجدوں کے صحن تعلیم کے غلغلوں سے گونج رہے تھے،

اسی طرح اسلام کے متعلق ایک موقع پر لکھا ہے کہ" اس میں مذہبی پیشواؤں کی کوئی جماعت نہیں، خدا و بندہ میں کسی واسطہ کی ضرورت نہیں"۔ دوسرا جملہ اگرچہ بالکل صحیح ہے، لیکن اس کے ساتھ اصلاح اخلاق، استواری عقاید اور اشاعت تعلیم کے لیے اسلام نے علماء کی جماعت کو خاص درجہ دیا ہے، اور

اور اسد رسالت ہی میں یہ جماعت قائم ہوچکی تھی اور اب تک قائم ہے،

یہ بھی صحیح نہیں کہ پہلی اسلامی درسگاہ مدرسہ نظامیہ بغداد ہے، جیسا کہ رسائل شبلی میں ثابت کیا گیا ہے، ابن خلدون کی تاریخ وفات ۸۰۸ھ ہے، اسلیے ان کی وفات پر سات سو برس نہیں بلکہ ۵۳۶ برس گذرے ہین،

بیشک یورپ کی مادہ پرست قوم کو اس سے الجھن ہوتی ہے، اسلام سب کچھ ہے، وہ قانون بھی ہے، معاشرت بھی ہے، تمدن بھی ہے، اور مذہب بھی ہے، لیکن

معشوق من آنست کہ بنزدیک تو زشت است

یہی تو اسلام کا کمال ہے کہ وہ دین و دنیا کے ہدایات کا مجموعہ ہے اور اب تک عقل بشری اس سے بہتر ہدایت پیش نہ کرسکی، کسی مذہب کا مجموعہ ہدایات ہونا کوئی عیب نہیں، بلکہ اوسکی تکمیلی حیثیت ہے، آج جب عیسائی مبلغین افریقہ کے صحراؤں میں تہذیب و تمدن کی اشاعت اور اپنے مذہب کی تبلیغ کے لیے جاتے ہیں تو ان کو اخلاق و ایمان کا حصہ انجیل سے لیکن نشست و برخاست، کھانا پینا، پہننا، اوڑھنا، بولنا چالنا، آداب ملاقات آداب معاشرت، لباس و پردہ پوشی، اور طریقہ حکمرانی کا سبق باہر سے لانا پڑتا ہے، اور یورپ کی نقالی اون کو سکھائی جاتی ہے، لیکن مسلمان مبلغ صرف قرآن پاک لیکر جاتا ہے اور وہی ان کو سپرد کرتا ہے اور وہی ان کو سب کچھ سکھا دیتا ہے، اور وہ ان کی ہر راہ میں انکا دائمی اور مستقل معلم ہوجاتا ہے،

تصوف اسلام

اسلامی تصوف کا عطر، قدما صوفیہ کے حالات اور انکی تصانیف پر تبصرہ، مؤلفہ مولوی عبدالماجد صاحب بی اے، لکھائی چھپائی عمدہ ضخامت ۱۲۸ صفحہ قیمت عمر

"منیجر"

اخبار علمیہ

مقبرۂ فرعون، مسٹر ہاورڈ کارٹر کو جو فرعون مصر توتن خمین کے مقبرہ کی تحقیقات اور دریافت کے سلسلہ میں مشہور عالم ہوچکے ہین، مقبرہ مین ایک گھڑا ملا ہے جس کے تمام رنگ علی حالہ تازہ تھے، کیمیاوی محللین اون کے اجزا کی دریافت مین مشغول و مصروف ہین،

سب سے چوڑی سرنگ، فلارنس جھیل کی سرنگ دنیا کی سب سے زیادہ چوڑی سرنگ ہے، اور پتھر کو کاٹ کر بنائی گئی ہے یہ کیلیفورنیا کے شہر فرنسو سے تقریبا ایک سو میل شمال مشرق مین واقع ہے، اسکی لمبائی ۶۷۴۴۰ فٹ ہے،

ایک چھوٹا سا ستارہ، آسمان پر ایک چھوٹا سا ستارہ میرا (mira) ہے جو صرف ٹمٹماتا ہوا نظر آتا ہے برسوں کی کوششوں کے بعد اب اسکی پیمائش مین کامیابی حاصل ہوئی ہے وہ ۲۵۰۰۰۰۰۰۰ میل مربع ہے، اب دنیا کی پیمائش کو لیجیے ڈاکٹر ہیفورڈ (Dr. HAY FORD) نے حال ہی مین خط استوا سے دنیا کو ناپا ہے اور ان کے خیال مین وہ ۹۲۶۶۷۸۰ مربع میل ہے، مجلس منجمین عالم نے بھی اس کو صحیح تسلیم کرلیا ہے، اسلیے اب اس کے معنی یہ ہوئے کہ میرا ہماری دنیا سے ۳۱۰۰۰ گنا زیادہ بڑا ہے،

انسان پر ماحول کا اثر، پروفیسر ایم ڈارمنٹ کا بیان ہے کہ انسان اور دوسرے جانور جس ماحول مین رہتے ہین اسی قسم کی صرف عادات ہی اپنے اندر نہین پیدا کرلیتے بلکہ اونکی جسمانی ساخت

افعال و اقوال قانون کا درجہ رکھتے ہیں، اسلیے اگرچہ اس میں کوئی مذہبی جماعت نہیں ہے مگر پھر بھی اس کے فقہا ضرور ہیں، اس کا ہر نقطہ خدا یا اس کے رسول کی طرف منسوب ہوتا ہے اسلیے فقہ و اصول، اسلامی تمدن کے محور ہیں اس کا وسیع مطالعہ جلد ختم نہیں کیا جاسکتا اسکیلئے مدت دراز اور سخت محنت کی ضرورت ہے اور الازہر کا مقصد وحید اسی شے کی تکمیل ہے، اس بنا پر جو شخص اس سے تعلیم پاکر نکلتا ہے وہ اسلامی تعلیم احکام اور روایات کا محافظ ہوتا ہے، اگرچہ اس کے ہاتھوں میں عصائے شاہی نہیں ہوتا وہ کسی فوج کی کمان نہیں کرتا، اور کسی سیاسی چال یا سازش میں نہیں پڑتا اور یہ چیزیں دوسروں کے قبضہ میں ہوتی ہیں، پھر بھی اونکی قوت غیر محدود ہے، ان کے حلقۂ اثر میں اون کا خیال قانون ہے ان کے اختیارات کو نہ تو کوئی روک سکتا ہے اور نہ کم ہی کر سکتا ہے، اگرچہ علماء کے اتنے اختیارات ہیں مگر ان کا نقطۂ نگاہ بہت تنگ ہے اور وہ ہر اُس چیز کو جو کسی نہ کسی طرح سے ان کے مذہبی خیال کے مطابق نہ ہو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے، وہ اب تک لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں، اسی لیے الازہر حقیقی معنوں میں اسلامی مدرسہ نہیں ہے وہ تو بارہویں صدی عیسوی کی پیداوار و حالات کا چربہ ہے، اور کوئی ترقی پذیر قوم آج سے چھ سو سال کے نصاب کو رٹ کر اپنی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتی،

الازہر نے تمام علوم کو دو شعبوں میں تقسیم کیا ہے (۱) جو خود مستقل علوم ہیں (۲) جو واسطہ ہیں، اول الذکر میں اخلاقیات، فقہ، اصول فقہ، حدیث، تفسیر وغیرہ ہیں اور مؤخر الذکر میں قواعد صرف و نحو، علم معانی، عروض اور ابتدائی علم حساب، داخلہ کی شرائط بھی بہت معمولی ہیں،

۱۸۹۵ء تک خدیوی حکومت نے مدرسہ کے اندرونی انتظامات میں کوئی مداخلت نہ کی، لیکن اس سال خدیو نے پانچ علماء کی ایک جماعت مقرر کی جسکا مقصد یہ تھا کہ وہ مدرسہ کے موجودہ حالات کی تحقیقات کرکے اس کے متعلق اپنی سفارش پیش کرے، اس سفارش نے ۱۸۹۶ء کے قانون کی صورت اختیار کی، ۱۹۱۱ء میں ان قوانین میں ترمیم کیگئی مگر ان سے قدیم نصاب میں کوئی معقول تغیر نہ کیا جا سکا، اور اسکی اندرونی حالت تقریباً وہی رہی جو سلطان صلاح الدین کے زمانہ میں تھی، اس کے بعد اس کے درجوں میں سرکاری مفتیوں

کے لیے ایک الگ درجہ کا اضافہ کیا گیا، مگر اس کا عملہ بالکل الگ ہے اور نفس مدرسہ کے عام حالات پر اسکا کوئی اثر نہیں پڑتا،

الازہر کی قوت و اثر اس کے اندرونی حالات کی بجائے بیرونی ذرائع و اسباب پر مبنی ہے، اس مسجد و مدرسہ کے قریب ہی متعدد سرکاری مدارس قائم ہیں جہاں فرانسیسی زبان، تاریخ اور جغرافیہ کی بھی تعلیم ہوتی ہے، اگر یہاں کے طلبہ کی تعداد الازہر سے ہمیشہ بہت کم رہتی ہے مگر یہ واقعہ کہ نصاب کی سختی کے باوجود یہاں کے طلبہ موجودہ مسائل علوم و حالات سے اس قدر واقف ہیں اور ان میں عملی حصہ لیتے ہیں اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ ان کی نفسی کیفیت کیا ہے اور معمولی نصابی تبدیلی ان کو کس قدر بلند کر سکتی ہے،

حکومت کی یہ کارروائی کہ اس طریقہ سے ان علماء کا اثر کم کرے، بیکار ثابت ہوگی اب تک ملک پر اسکا بہت بڑا اقتدار ہے، اور یہ وسیع جماعت اپنے کو اس آسانی سے فنا نہ ہونے دیگی یہ جنگ اپنا رنگ لائے بغیر نہ رہیگی، اسلیے ان سے دشمنی مول لینے سے بہتر یہ ہے کہ انکی اصلاح و ترقی کے سامان مہیا کیے جائیں اور اس طرح ملک کی سب سے بڑی جماعت کو اپنے موافق کرکے اس سے بہترین کام لیے جائیں،

اس مضمون میں بعض ایسے جملے ہیں جنسے بعض غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی ہیں، مثلاً یہ کہ "خلفائے راشدین کے سامنے تعلیم و فقہ کے اصول سے زیادہ جدید حکومت کی تنظیم کا سوال تھا وہ سپاہی تھے علماء نہ تھے، مکاتب و مدارس بعد کی چیزیں ہیں"، حالانکہ خلفاء نے تنظیم حکومت کے ساتھ فقہ و حدیث کی تعلیم کی بھی اشاعت کی ہے اور متعدد اکابر صحابہ نے اپنی خدمات اس کے لیے وقف کر دی ہیں، اصطلاحی معنوں میں اگرچہ اس زمانہ میں مدارس و مکاتب قائم نہ تھے، تاہم مسجدوں کے صحن تعلیم کے غلغلوں سے گونج رہے تھے،

اسی طرح اسلام کے متعلق ایک موقع پر لکھا ہے کہ "اس میں مذہبی پیشواؤں کی کوئی جماعت نہیں، خدا و بندہ میں کسی واسطہ کی ضرورت نہیں"۔ دوسرا جملہ اگرچہ بالکل صحیح ہے، لیکن اس کے ساتھ اصلاح اخلاق، استواری عقاید اور اشاعت تعلیم کے لیے اسلام نے علماء کی جماعت کو خاص درجہ دیا ہے، اور

۱۰۶۵ سال ہی میں یہ جماعت قائم ہو چکی تھی اور اب تک قائم ہے،

یہ بھی صحیح نہیں کہ پہلی اسلامی درسگاہ مدرسہ نظامیہ بغداد ہے، جیسا کہ رسائل شبلی میں ثابت کیا گیا ہے، ابن خلدون کی تاریخ وفات ۸۰۸ھ ہے، اسلیے ان کی وفات پر سات سو برس نہیں بلکہ ۵۳۶ برس گذرے ہین،

بیشک یورپ کی مادہ پرست قوم کو اس سے الجھن ہوتی ہے، اسلام سب کچھ ہے، وہ قانون بھی ہے، معاشرت بھی ہے، تمدن بھی ہے، اور مذہب بھی ہے، لیکن

معشوق من آنست کہ بنزدیک تو زشت است

یہی تو اسلام کا کمال ہے کہ وہ دین و دنیا کے ہدایات کا مجموعہ ہے اور اب تک عقل بشری اس سے بہتر ہدایت پیش نہ کر سکی، کسی مذہب کا مجموعۂ ہدایات ہونا کوئی عیب نہیں، بلکہ اوسکی تکمیلی حیثیت ہے، آج جب عیسائی مبلغین آفریقہ کے صحراؤن میں تہذیب و تمدن کی اشاعت اور اپنے مذہب کی تبلیغ کے لیے جاتے ہیں، تو ان کو اخلاق و ایمان کا حصہ انجیل سے لیکن نشست و برخاست، کھانا پینا، پہننا، اوڑھنا، بولنا چالنا، آداب ملاقات، آداب معاشرت، لباس و پردہ پوشی، اور طریقۂ حکمرانی کا سبق باہر سے لانا پڑتا ہے، اور یورپ کی نقالی اون کو سکھائی جاتی ہے، لیکن مسلمان مبلغ صرف قرآن پاک لیکر جاتا ہے اور وہی ان کو سپرد کرتا ہے اور وہی اونکو سب کچھ سکھا دیتا ہے، اور وہ ان کی ہر راہ میں انکا دائمی اور مستقل معلم ہو جاتا ہے،

تصوف اسلام

اسلامی تصوف کا عطر، قدمائے صوفیہ کے حالات اور اُنکی تصانیف پر تبصرہ، مؤلفہ مولوی عبدالماجد صاحب بی اے، لکھائی چھپائی عمدہ ضخامت ۱۲۸ صفحہ قیمت عمر

"منیجر"

اخبار علمیہ

مقبرۂ فرعون، مسٹر ہاورڈ کارٹر کو جو فرعون مصر توتن خمین کے مقبرہ کی تحقیقات اور دریافت کے سلسلہ مین مشہور عالم ہو چکے ہین، مقبرہ مین ایک گھڑا ملا ہے جس کے تمام رنگ علی حالہٖ تازہ تھے، کیمیاوی محللین اون کے اجزاء کی دریافت مین مشغول و مصروف ہین،

سب سے چوڑی سرنگ، فلارنس جھیل کی سرنگ دنیا کی سب سے زیادہ چوڑی سرنگ ہے، اور پتھر کو کاٹ کر بنائی گئی ہے، یہ کیلیفورنیا کے شہر فرنسو سے تقریباً ایک سو میل شمال مشرق مین واقع ہے، اسکی لنبائی ۱۳۴۰۰ فٹ ہے،

ایک چھوٹا سا ستارہ، آسمان پر ایک چھوٹا سا ستارہ میرا (Mira) ہے جو صرف ٹمٹماتا ہوا نظر آتا ہے برسوں کی کوششون کے بعد اب اسکی پیمائش مین کامیابی حاصل ہوئی ہے وہ ۲۵۰۰۰۰۰۰ میل مربع ہے، اب دنیا کی پیمائش کو لیجیے ڈاکٹر ہیفورڈ (DR. HAY FORD) نے حال ہی مین خط استوا سے دنیا کو ناپا ہے اور ان کے خیال مین وہ ۹۲۶۶۷۸ مربع میل ہے، مجلس منجمین عالم نے بھی اس کو صحیح تسلیم کر لیا ہے اسلیے اب اس کے معنی یہ ہوئے کہ میرا ہماری دنیا سے ۳۱۰۰۰ گنا زیادہ بڑا ہے،

انسان پر ماحول کا اثر، پروفیسر ایم ڈارمنٹ کا بیان ہے کہ انسان اور دوسرے جانور جس ماحول مین رہتے ہین اسی قسم کی صرف عادات ہی اپنے اندر نہین پیدا کر لیتے بلکہ اونکی جسمانی ساخت

بھی انھیں حالات کے مطابق بدلتی رہتی ہے، ہوائی جہاز کی کثرت نے شوق پرواز مین اضافہ کردیا ہو، عنقریب ایسے بازو نکلنے والے ہین جنکو لگا کر انسان تنہا پرندون کی طرح اڑ سکے گا، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان کے بازو رفتہ رفتہ پرندون کے بازؤن کی صورت اختیار کرتے جائین گے اور کچھ عرصہ کے بعد وہ چمگادڑ کی طرح بازو دار بڑے جانور بنجائین گے، ڈاکٹر موصوف کا یہ بھی بیان ہے کہ اس تبدیلی سے عورت جلد تر متاثر ہوگی، تو کیا پھر پریون کا افسانہ کہن حقیقت امروزہ بنجائے گا،

زہریلی مچھلی، محققین نے پتہ چلایا ہے کہ جزائر فلپائن مین ایک قسم کی زہریلی مچھلی بھی ہوتی ہے، وہ کاٹتی یا ڈنگ تو نہین مارتی مگر اس کا گوشت زہر آلود ہوتا ہے، منیلا مین متعدد موتین ہوئین اور ڈاکٹر البرٹ ہرسے نے تحقیقات کر کے اس کا پتہ چلایا تو یہی مچھلی ثابت ہوئی، چنانچہ اس کے کھانے کے متعلق امتناعی احکام نافذ کردیئے گئے ہین،

امریکہ کی فطری قوتین، امریکہ کے باشندے فطرت کی ہر عطا کردہ قوت سے پورا پورا کام لینا جانتے ہین، نیگرا کے آبشار سے جو عظیم الشان کام وہ لے رہے ہین اس سے تمام دنیا واقف ہے، ہم سے سب زیادہ سستی اور بڑی مقدار مین بجلی پیدا ہوتی ہے، اب وہ کلیفورنیا کے وادیٔ اسکندر کی فطری قوت کی طرف متوجہ ہوئے ہین یہان زمین سے خود بخود بہت بلند فوارے نکلتے ہین اور ان سے ہر وقت بھاپ تیار ہوتی رہتی ہے، اس کے علاوہ اس قسم کی دوسری قوتین بھی ریاستہائے متحدہ امریکہ مین موجود ہین،

شعبۂ طباعت مین انقلاب، عنقریب شعبۂ طباعت مین بھی ایک انقلاب ہونے والا ہے، لوہے کے حروف اور چادرین بیکار ہوجائنگی، ایک کاغذ پر حروف نقوش، تصاویر وغیرہ کا فوٹو لیا جائیگا اور اسی کے ذریعہ طباعت ہوگی، ماہرین کا دعویٰ ہو کہ یہ ایجاد دو سال کے اصول طباعت مین انقلاب عظیم پیدا کردے گی،

ادبیات

"باباطاہرعُریان"

از

پروفیسر محمد اکبر منیر، ملتان کالج

باباطاہر ہمدانی مشہور رباعی گو صوفی شاعر ہین، جن کی رباعی فارسی زبان کے لُری بول چال مین ہے، ہمارے دوست پروفیسر منیر نے اپنی سیاحت ایران کے زمانہ مین ہمدان مین خود باباطاہر کے مزار پر بیٹھکر یہ نظم انھی کی زبان کے تتبع مین لکھی،

"معارف"

فلک روشن ز خورشید و قمر بی، ‌ ‌ ‌ زمیں از مردم صاحب ہنر بی¹

درود حق بروح پاک شاں باد ‌ ‌ ‌ کہ فیض روح شاں در بحر و بر بی

چو شمع بزم خاموش اند و سوزاں ‌ ‌ ‌ جہاں از نور شاں قرص قمر بی

چو دریا پاک و ناپیدا کنارند ‌ ‌ ‌ چہ دریائے کہ دائم پر گہر بی

نگویم رخت بر بستند و رفتند ‌ ‌ ‌ چو نام نیک قائم چوں خضر بی

من از ارواح پاکان فیض جویم

ز نور شاں روانم پر شرر بی

---

[1] ... بی مخفف بید بمعنی بود یا باشد است، در زبان لری کہ زبان باباطاہر بودہ وادر ایبائی تغییر میدہند ... [illegible] ... دادہ بود در راہ، خون را فیں، در پول را پل تلفظ مینمایند،

بسے بشنیدم و خواندم ز نامت کہ نامت در جہاں چوں ماہ و خور بی
شنیدم سکنت بودہ است الوندؔ[1] ہمانا کوہ را کوہے ببر بی
چو کہساراں ہمی "عریان" بماندی ازاں در زیر پایت سیم و زر بی
لباسِ عالمِ خاکی نپوشد کسے کو را بہشتے در نظر بی
چون "عریان" بودہ "طاہر" بماندی کہ طاہر از لباسے بے خبر بی
لباس آدمیت بد لباست طبیعت از صناعت در حذر بی
غلام ہمت آن پاکبازم کہ از ناپاکیِ عالم بدر بی

چو خورشید جہاں آرا کہ ہموار
زپاکی افسر تاباں بسر بی ؛

دگر عالم طبیعت ناشناس است ہمانا پر ز خلق کور و کر بی
چہ فتنہ ہا کہ سر زد از اروپا جہاں زیں فتنہ ہا اندر خطر بی ،
بماندہ شرقیاں را پائی در گل درخت شرقیاں بے برگ و بر بی
دگر انساں ز فطرت دور افتاد حدیث روشنِ فطرت سمر بی
حدیث ظالم و مظلوم در دہر حدیث تیشۂ برّاں و سپر بی
بسے گردیدہ ام شہر و بہ شہر و[2] ز فطرت خلقِ عالم بے بصر بی

[1] کوہ الوند بمسافت یک فرسخ و نیم یا دو فرسخ از ہمدان واقع شدہ ، باباطاہر در دامن این کوہ برہنہ می زیست ، ازین است کہ نقش ... شدہ ، می گویند ہندستان برفنا گر ، بابا آب می شد چون جہت این ازیش می پرسیدند می گفت در دل من آتشے ہست کہ این را آب می سا... والعہدۃ علی الراوی [2] شہر و شہر و : یعنی شہر بشہر ، این ترکیب از منقبات باباطاہر است ، رجوع کنید بہ رباعی ذیل بابا :-

الا کوہساران ہفتہ بی بنفشہ جوئباران ہفتہ بی منادی میکرد شہر و بہ شہر و وفای گلعذاران ہفتہ ... سوتہ یعنی سوختہ ۔

مرا افتادہ با خون جگر کار نصیب عاشقاں خون جگر بی
چو خورگہ میزند تاریکیِ شب دراں ظلمت چراغم چشم تر بی
دمِ گرم تو برقِ پر شرار است نگاہ پاک آتش در جگر بی
من ار چہ سوتہ جانم آتشے زن جہاں بہتر کہ عاشق سوتہ تر بی
بپراں شعلہ از آتش دل کہ شعلہ مرغکے با بال و پر بی
کہ آتش بر زنم ظلم بشر را جہاں پر فتنہ از ظلم بشر بی

نمایم خلق را انوار فطرت
کہ فطرت خلق را مام و پدر بی

فسانۂ بیکسی

از صوفی غلام مصطفےٰ صاحب تبسم ، بی اے ، امرتسر ،

از دو فور سوز عشقت نامرادم خواندہ اند بر سر راہ صبا شمع مزارم کردہ اند
آئینہ دار خیال زلف و عارض بودہ ام پائے مال گردش لیل و نہارم کردہ اند
ہم ز رخم التفاتم درس تسکیں دادہ اند ہم ز آئین تغافل بیقرارم کردہ اند
تا نباشد دل حریف جلوۂ طاقت گداز از تب و تاب غم فرقت نزارم کردہ اند
خندۂ قلقل نصیب محفل یاراں نہ بود شرمسار از گریۂ ابر بہارم کردہ اند

--- • ---

باب التقریظ والانتقاد

اردو کے نئے رسالے

موت اور حیات فطرت کے سلبی اور ایجابی دو کام ہیں، جو اس کے ہر شعبہ میں جاری ہیں، اجد ید تمد[ن]
جو ایک نئی علمی نسل پیدا کی ہے، وہ رسائل اور اخبارات ہیں، ہر سال کتنے یہ علمی نومولود پیدا ہوتے ہیں، اور کتنے
ہیں، اور ان میں سے چند ہی سخت جان ایسے ہوتے ہیں، جو ارضی و سماوی آفتوں سے بچکر اپنی زندگی کے چند سال
کرتے جاتے ہیں، ۱۹۲۵ء میں اردو کی گود میں جو نئے بچے پیدا ہوئے ان میں دو سب سے زیادہ ہونہار ہیں، ا[یک]

اورینٹل کالج میگزین لاہور ہے، اور دوسرا **شمع** آگرہ،

اورینٹل کالج میگزین لاہور کی مشہور مشرقی درسگاہ اورینٹل کالج کا آرگن ہے، جو سال میں تین دفعہ تع[لیمی]
تعلیمی سال کے لحاظ سے نومبر، فروری اور مئی میں نکلتا ہے، بالفعل اس کے دو نمبر فروری اور مئی کے نکلے ہیں، اور [تیسرے کا]
انتظار ہے، اس رسالہ کا مقصد یہ ہے کہ علوم مشرقیہ کی ترویج اور احیاء کی تحریک کو تا حد امکان تقویت دی جا[ئے]
اور خصوصیت کے ساتھ ان طلبہ میں شوق تحقیق پیدا کیا جائے جو سنسکرت، عربی، فارسی اور دیسی زبانون کے مطالع[ہ میں]
مصروف ہیں، رسالہ دو حصوں میں منقسم ہے، پہلا حصہ عربی، فارسی، اردو اور دوسرا حصہ سنسکرت، ہندی اور گور[مکھی پر]
مشتمل ہے، رسالہ کے چیف اڈیٹر پروفیسر محمد شفیع ایم اے ہیں، اور حصہ اول کے اڈیٹر پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال ایم، ا[ے]
پی، ایچ ڈی، حصہ سنسکرت و ہندی کے ڈاکٹر لکشمن سروپ ایم، اے، پی ایچ ڈی اور حصہ پنجابی کے بھائی بلے ا[ن]
سنگھ بی اے ہیں،

اورینٹل کالج اس وقت خوش قسمت درسگاہوں میں ہے جس سے علوم مشرقیہ کے دو مغربی تعلیم یافت[ہ]

[...]ی پروفیسر محمد شفیع اور ڈاکٹر محمد اقبال تعلق رکھتے ہیں اس سے اورینٹل کالج میگزین کی خوش قسمتی کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے، رسالہ کے دو نمبرون
[...]ردو میں پروفیسر محمد شفیع، پروفیسر اقبال، پروفیسر میرن عبد العزیز، پروفیسر حافظ محمود شیرانی کے مضامین شائع ہوئے
[...]پروفیسر شفیع کا مضمون فرقہ نور بخشی پر، پروفیسر اقبال کا مضمون شاہنامہ کے ماخذ پر، پروفیسر شیرانی کے
[...]ن رابعہ بنت کعب القزداری شاعرہ، اور شیخ فرید الدین عطار، اور حکایات سلطان محمود پر، اور پروفیسر میرن
[عبد العزی]ز کا مضمون ابو العلاء اور ابو منصور خازن پر نہایت محنت اور کاوش سے لکھے گئے ہیں، گو ان مضامین مین
[...]معمول زبان کی شیرینی، اور انشاء کی فصاحت نہ ہو، مگر تحقیق اور تعمیق مین حسب توقع کوئی کمی نہین ہے، اور
[...]یب جگہ گر[...] میں تحقیق اور تصنیف کے خلاف ذراسی چیز بھی نظر آتی ہے تو بھی چبھتا ہے کہ کاش معمولی لب [...] بھی اختصار [...]

پروفیسر محمد شفیع نے مضمون نور بخشی کے صفحہ ۵ کے حاشیہ میں ہے کہ نور بخشی خطیب آج بھی جمعہ کو دن سیاہ پوش ہوتے ہیں، اور اس کے ثبوت میں
[رسا]لہ امامیہ میرٹھ (۱۹۲۵ء) کے صفحہ ۳ سے یہ عبارت نقل کرتے ہین، "خطیب باید کہ تیغ و کمان بدست گیر[د]
[...]ن اعتماد کند و عمامہ در دا ہر دو یا یکے از ان ہر دو سیاہ اختیار کند" اس عبارت سے، اول تو مذہب کا حکم معلوم
ہوتا ہے اور موجودہ عمل کا ثبوت نہین ملتا، دوسرے یہ کہ سیاہ پوش ہونا، یا عمامہ اور چادر دونوں یا صرف عمامہ
[یا صرف]ت چادر کا سیاہ ہونا، دو باتین ہیں، اسی کے بعد قرآن مجید کی آیت مین منتقمون کو منتقم نون سے لکھا گیا
حالانکہ قرآن پاک میں یہ لفظ باب افعال سے ہے نہ کہ تفعیل سے،

صفحہ ۱۸ مین پروفیسر اقبال نے ثعالبی کا نام منصور لکھا ہے، حالانکہ یہ غلط ہے، ثعالبی کا نام عبد الملک،
[اور کنی]ت اسکی ابو منصور ہے، اس قسم کی غلطیان تو شعر العجم ہی کے لیے مخصوص ہونی چاہئین، پروفیسر اقبال نے عربی
[...]ن سے ان مورخون کی تعبیر کی ہے جنھون نے عربی کو اپنی ادبی زبان قرار دیا ہے خواہ وہ بذات خود عرب ہوں
[...]ن ادبی زبان سے ان کا مقصود غالباً یہ ہے کہ اپنی تصنیف کی زبان عربی قرار دی ہے، ہم اس اصطلاح کو تسلیم
[کرتے] ہیں، مگر آگے چلکر وہ صفحہ ۱۹ مین لکھتے ہیں "ثعالبی، طبری، جوالیقی، اور دیگر عرب مصنفین کی کتابون سے بھی
[...] اٹھایا ہے" ہم "عرب مصنفین" کی اصطلاح سے کیا مراد ہے؟ اگر خالص عرب نژاد مورخین مراد ہین تو وہ

کون مین، "اور ثعالبی، طبری، "اور جوالیقی مین سے کوئی بھی اس لحاظ سے عرب تھا؟ اور اگر ایسا نہین تو عربی مورخین

مورخین کی اصطلاحون مین باہم کیا فرق ہوگا؟

ہم کو سب سے زیادہ حیرت پروفیسر اقبال کے حاشیہ کی اس تحقیق پر ہے، جو صفحہ ۱۹ اور ۲۰ مین رقم ہے
الاغانی مین بھی جو خلیفہ الواثق کے عہد کی تصنیف ہے" اغانی جیسی مشہور عام کتاب کی تاریخ مین ایسی فاش
علوم مشرقی کے ایک مغربی حکیم سے حد درجہ حیرت انگیز ہے، اگر کسی سیدھے سادھے عربی خوان مولوی
غلطی ہوتی تو معافی کے قابل تھی کہ ان بیچارون کو یورپ کے طرز پر تنقیدی مباحث سے دلچسپی نہین
لیکن علوم مشرقی کے ایک ڈاکٹر سے جسکا مدار سرمایہ بھی تنقیدی مباحث ہین ناقابل عفو ہے،

خلیفہ واثق نے ۲۳۲ھ مین وفات پائی ہے، (طبری ۳-۱۳۶۳ یورپ) اور اغانی کے مصنف ابو
کا سال پیدائش ۲۸۴ھ ہے (معجم الادبا یاقوت ۵-۱۴۹) اور سال وفات ۳۵۶ھ ہے، جو مطیع کا عہد ہے، کیا تیا
کہ جو مصنف خلیفہ واثق کی وفات کے ۵۱ برس بعد پیدا ہوتا ہے، وہ اسکا معاصر ٹھہرایا جاتا ہے،

فارسی کے مشہور محقق پروفیسر حافظ محمود شیرانی اپنے مضمون کے صفحہ ۳۰ میں دو جگہ کتاب و الفت
کو "الفت سلمی" لکھتے ہیں، ایسی فاش غلطی ایک ایسے محقق سے بیحد حیرت انگیز ہے، دوسرے نمبر کے صفحہ ۱ میں
صاحب ایک مشہور مقولہ من عشق وعف دمات مات شہیدا مین ف بڑھا دیتے ہیں، اور
دمات لکھتے ہین جو صحیح نہیں،

اس رسالہ کے ذریعہ سے بعض قلمی رسائل اور منظومات کی اشاعت کا بھی سامان کیا گیا ہے، گرضر
کہ ہمارے یہ دکاترہ جس فن کو سالہا سال میں یورپ سے سیکھ کر آئے ہین، اوسکو ہندوستانی مین بھی
مثلاً یورپ کے مستشرقین اس قسم کی چیزوں میں الفاظ اور نسخ کی سخت احتیاط کرتے ہین، مگر یہ احتیاط
ان ہندوستانی مستشرقین مین نظر نہین آتی،

صفحہ ۵۷ میں "کشف الورا" یقیناً غلط ہے، اصل نسخہ مین کشف الوری ہوگا، چاہے قافیہ کی رعایت

ور اصلاح کر لیجئے،

صفحہ ۵ میں، تجرید شعر زہر چہ درین رہ "درخواست" چھپا ہے، حالانکہ آخری لفظ "درخواست" کی بجائے "درخور"
ہے، صفحہ ۹۰ میں "استاد وصکوک" چھپا ہے، حالانکہ "استاد وصکوک" چاہیئے، صفحہ ۹۰ میں ع نگاہ شفقت ایشان
ناتوان بنی" ہیں "شفائے ناتوان بنی" ہونا چاہیئے، اس قسم کی خردہ گیریوں سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے
مستشرقوں سے اوسی احتیاط، کمال، اور صحت کی توقع رکھتے ہیں، جو یورپ مستشرقین کا طغرائے فخر ہے،
یہ میگزین خدا کرے ساعمر دراز پائے گا، دو کو ان بزرگان علم کے چشمہ فیض سے بہت کچھ سیراب ہونا ہے، ہم اس
کے اجراء پر اورینٹل کالج کو مبارکباد دیتے ہیں اور اپنے دوستوں کی خدمت مین عرض کرتے ہیں کہ انکی زبان انکی
کی سخت محتاج ہے، رسالہ کی سالانہ قیمت تین روپیہ ہے، اور ہر نمبر کی ایک روپیہ، دفتر اورینٹل کالج لاہور
چھپائی مین ترقی کی ضرورت ہے،

شمع اردو کا ماہوار رسالہ ہے جو آگرہ سے نہایت عمدہ لکھائی چھپائی کے ساتھ عمدہ کاغذ پر نہایت نفاست
ساتھ شایع ہوتا ہے، اب تک پانچ نمبر نکل چکے ہیں، شمع کے ساتھ ہماری توقع ایسلیے ہے کہ یہ یورپ سے تعلیم
ئے ہوئے چند نوجوان تعلیم یافتہ اہل قلم کے ہاتھون میں ہے، جنکے دل و دماغ تازہ، حوصلے بلند، علم و اطلاع
ہیں، اور جو علوم و مسائل جدیدہ سے آگاہ اور زبان کی ترقیات کے اسلوب و طریقہ سے واقف ہیں، اور جو
تت میں سچائی کے ساتھ اپنی زبان کی بہترین خدمت کرنا چاہتے ہیں رسالہ کے مدیر ہمارے دوست محمد حبیب
ب آکسن بیرسٹرایٹ لا پروفیسر تاریخ مسلم یونیورسٹی اور حسن عابد صاحب جعفری آکسن بیرسٹرایٹ لا ہیں، ہم کو
عزیز دوستوں سے اردو کی خدمت کی بہترین توقع ہے، اس توقع کے برخلاف اگر وہم پیدا ہے تو صرف یہ ہے
مشرقی زبانوں سے کم واقف ہیں اور تجربہ شاہد ہے کہ جب تک عربی فارسی کا اچھا ذوق نہ ہو اردو کی خدمت
نہیں آسکتی، رسالہ مین پروفیسر حبیب کے تاریخی مضامین خاص اہمیت رکھتے ہین، اون کے مضمون محمود غزنوی
نظریوں سے گو ہم کو کلی اتفاق نہ ہو تاہم ان کی کوشش و محنت کی داد نہ دینا ظلم ہے، پروفیسر ہادی کا فارسی

کا اجتماع تھا، اب سیاست کے بجائے ادب اور تصوف کی یکجائی ہے، سید حسرت کے نیاز مندوں کو [illegible] دے کہ وہ استقلال کے ساتھ ملک وملت کی ہدایت کا صحیح فرض انجام دیں، رسالہ کی ضخامت ڈھائی جزو ہے

اور سیاست کے اجتماع پر تعجب تھا، اور نہ اب ادبیات اور تصوف کی یکجائی پر تعجب ہے، حسرت امتحان کی [illegible] پتہ: دفتر روحانیت گورکھپور،

آتش دفعہ تل چکے ہیں کہ وہ جو چیز بھی مخلوق کو دینگے وہ اوس کے لینے میں پس وپیش نہ کریگی تاہم کیا یہ ضروری   الہ آباد کا جسمانی اکبر تو اب اس عالم آب وگل میں نہیں، لیکن یہیں کی مٹی سے اب ایک کاغذی اکبر

کہ ہمارے دوست ادبیات کے ساتھ کوئی نہ کوئی بیجوڑ ضمیمہ ضرور لگائیں، کیا تنہا ادبیات کی خدمتگذاری ضم ضمیمہ یادگار میں نکلا ہے، ستمبر میں اسکا پہلا نمبر اور نومبر میں دوسرا نمبر چھپا ہے، الہ آباد کی آب وہوا ابھی اردو اخبارات

کے بغیر نہیں ہو سکتی، ہمارے دوست کی مستقل مزاجی نے بڑے بڑے معترضین کو خاموش کر دیا ہے، پھر [illegible] رسالوں کو راس نہیں آتی، "ادیب" کے بعد سے کئی رسالے یہاں سے نکلے مگر نہ جی سکے، مرحوم اکبر الہ آبادی کی نسبت

کے اس اعتراض مخلصانہ کو قبول کی سند کہاں ملسکتی ہے، بہرحال حسرت قند ادب کے ساتھ جو کچھ بھی ملا [illegible] تھے ع یاں دھرا کیا ہے بجز اکبر کے اور امرود کے، خدا کرے جس طرح وہاں کا امرود ابھی زندہ رہنے والا ہے

قدرشناسوں پر فرض ہے کہ وہ ادب سے اوسکو قبول کریں، نئے سلسلہ میں "نکات سخن" کے عنوان سے اونکی [illegible] بھی زندہ رہجائے، رسالہ اراکین انجمن دار الادب کی نگرانی میں نکلتا ہے، اس کے مدیر جیسا کہ اس کے پہلے

وقف عام ہو رہی ہے، جو فیض آباد کے قید خانۂ تنہائی میں انھوں نے کمائی تھی، اردو کے قدردانوں کے لیے رکھ پر ہے "مولانا تسلیم الدین شرقی بی اے ہیں" اور چار اصحاب اس کے معاونین مدیر ہیں، جن میں ایک بی اے

ہے، تصوف کے سلسلہ میں جو تبرکات شجرہ وغیرہ شایع کر رہے ہیں، "حصول برکت" کے سوا ان سے کسی دینی یا د [illegible] "ایک شاعر ہیں، ایک فاضل ادب ہیں، "ایک فاضل وادب و دینیات ہیں" ایسے ہمہ گیر پانچ الہ آبادی

فائدہ کی امید نہیں، رسالہ کے ہر نمبر کے ساتھ بدستور کسی نہ کسی مشہور شاعر کے قلمی دیوان کا انتخاب بھی شایع ہوتا [illegible] لوں کے قلموں کے سنگم سے جو رسالہ نکلے گا وہ کتنا سیراب ہوگا، تاہم ابھی یہ توقع دور ہے اگر ناآزمودہ کار دست و

قیمت سالانہ ۶ر، پتہ: سید حسرت موہانی، حسرت روڈ کانپور،   [illegible] ں کو ابھی پختگی اور قوت حاصل کرنا ہے، یہ غلط خیال ہے کہ کسی رسالہ کی کامیابی محض متعدد اڈیٹروں کے نام

ہمارے دوست مولانا آزاد سبحانی "ہر گوشہ" سے "تمتع" اٹھا کر بالآخر ایسا معلوم ہوتا ہے، اب "گوشہ" ع، [illegible] اون کے علمی و تعظیمی القاب کے اضافہ یا اظہار سے ہو سکتی ہے، مشک آن است کہ خود ببوید، نہ کہ عطار بگوید،

میں بیٹھکر "وطن در انجمن" یا "سفر در حضر" کا لطف اٹھانا چاہتے ہیں، گو یہ قیاس بڑے یقین کے ساتھ نہیں پیش کی [illegible]   رسالہ میں فلسفیانہ، تاریخی اور نظم ونثر ادبی مضامین ہوتے ہیں، حضرت اکبر مرحوم کے خطوط کی اشاعت

تاہم یہ یقینی ہے کہ اب اونکی مستقل شاہراہ زندگی، مسلک تصوف ہوگی، چنانچہ اس سلسلہ کی سب سے پہلی بشارت [illegible] مسلسل بھی ہے، دوسرے نمبر کے پہلے صفحہ پر ڈاکٹر اقبال کا زریں کلام زریں حرفوں میں چھپا ہے، "آخر میں" دربار اکبری

کہ موصوف نے جنوری ۱۹۲۵ء سے روحانیت کے نام سے ایک صوفیانہ رسالہ بڑی شان سے نکالنا شروع [illegible] عنوان کے نیچے کچھ متفرق خیالات شذرات کی صورت میں ہیں، مضمون نگاروں میں الہ آباد یونیورسٹی کے تمام اہل

جس میں، اپنے خاص انداز میں عقل ونقل، علم وعمل، حقائق قرآنی، روح الاحادیث، فلسفۂ امام ربانی، تبصرہ [illegible] اصحاب داخل معلوم ہوتے ہیں، خدا اس نوزائیدہ اکبر کو اس بوڑھی یونیورسٹی کے شایان شان بنائے، قیمت سالانہ [illegible]

سبحانی، مکتوبات سبحانی، ملفوظات سبحانی، اطلاعات سلسلہ وغیرہ کے عنوانات سے اپنے علمی اور روحانی فیوض [illegible]   یوپی کے شہر خورجہ میں علم وفن کی بہار پہلے کبھی آئی ہو یا نہ آئی ہو، مگر اب جدید تمدن کی عام سیر حاصلی

وقف عام کیا ہے، مولانا کی علمی لیاقت، قابلیت، حسن تقریر اور بعض دیگر خصوصیتوں کے ہم معترف ہیں، اور [illegible] ہر دشت وصحرا کو گلستان اور چمنستان بننے کا موقع بہم پہنچا دیا ہے، ایسی صورت میں اگر خورجہ کے باغوں میں

خدمت میں مدت سے تعارف حاصل ہے اور اسلیے ہم دل سے اونکی کامیابی کے متمنی ہیں، اور داعی ہیں کہ خدا [illegible] عندلیب چہکے تو تعجب کس کو ہوگا، خورجہ سے عندلیب نام ماہوار رسالہ ہلال احمد صاحب زبیری مارہروی کی اڈیٹری

میں شایع ہوا ہے، مارہرہ میں اہل قلم اصحاب کا اب بھی اچھا خاصہ مجمع ہے، اسلئے اگر صرف مارہرہ برادری کا
ہو تو بھی توقع کے مطابق ہوگا، اس وقت فروری ۳۵ء میں نکلنے والے رسالہ کا پہلا نمبر ہمارے ہاتھ میں ہے،
ظفر علیخاں صاحب کا مضمون "تحریک اتحاد تورانی"، سید احسن صاحب مارہروی کا مضمون "اصلاح اردو"
احمد صاحب مارہروی کا مضمون "مخزن الآثار" بلند سے بلند رسالہ کے لیے بھی قابل فخر ہیں، سید احسن صاحب
اردو کی اصلاح کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، ہم کو اس سے حرف حرف اتفاق ہے، دیگر مضامین بھی اچھے
معلوم نہیں یہ رسالہ اب تک نکل رہا ہے یا نہیں، ہمارے پاس صرف پہلا نمبر آیا ہے، رسالہ میں جام
کا بھی سامان ہے، قیمت للعہ، خورجہ (یوپی)

ریگستان میں بھی بہار آگئی، اور وہاں بھی اردو کے نونہال نے برگ و ساز پیدا کیا ہے، راجپوتانہ
کی مشہور ریاست جے پور سے شادمان نام اردو کا ماہوار رسالہ نکلا ہے، حکیم نور الحسین صدیقی اس رسالہ
ہیں، مضامین زیادہ تر ادبی ہیں، ضخامت ۳۲ صفحے قیمت صر سالانہ،

ہندوستان کی سرحد پشاور سے سرحد نام ایک نیا رسالہ سرحدی نوجوانوں کی قلمی اعانت سے
نکلا ہے، ہندوستان جنگجو "اہل سیف" دیکھنا چاہتا ہے، انکا اہل قلم ہونا مناسب ہو یا نہ ہو تاہم صحیح خیالات
اشاعت، اور لوگوں میں زندگی کی نئی روح پیدا کرنے کے لیے اسکی ضرورت تھی، یہ اردو اور پشتو دونوں زبانوں
میں نکلتا ہے، جناب یوسفی صاحب اس کے اڈیٹر ہیں، اچھے خیالات، بلند ارادوں، اور صحیح معلومات کی نذر
اس سے امید ہے، خدا کرے یہ سرحدی مولود زندہ رہے، اور آزاد آب و ہوا میں اچھی طرح نشو و نما پائے، قیمت

علوم دینی کی مشہور درسگاہ دار العلوم دیوبند کا پرانا ارگن القاسم جو کئی سال سے بند تھا،
سے پھر نکلنے لگا ہے، لیکن ابھی اپنے پرانے رنگ میں خوب نکھرا نہیں ہے، ایک ایک دو دو صفحوں کے
مضامین سے بہتر ہے کہ چند ہی مضمون ہوں، مگر کامل ہوں، شروع میں نذر نعت کے عنوان سے شہریار
خلد اللہ ملکہ کی ایک مطبوعہ نعت کو جگہ دیگئی ہے، اور اخیر میں مولانا انور شاہ صاحب کشمیری کا عربی قصیدہ

کے ساتھ ہے، اور ان دونوں کے بیچ میں ۲۹ صفحوں کے اندر ۹ مضامین مختلف علما و مدرسین دیوبند
علم سے نکلے ہیں، اور ناتمام چھپے ہیں، ہم کو توقع ہے کہ اس رسالہ کے ذریعہ سے عام مسلمانوں کو بہت
پہنچیگا، مولوی طاہر بن احمد صاحب کی جوان ہمتی سے امید ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کی اس امانت کی
قدر کرینگے، قیمت عہ،

بریلی سے امید کی ایک نئی شعاع نکلی ہے یہ شعاع ماہوار رسالہ ہے جناب جنوب بریلوی اور
بریلوی کی اڈیٹری میں نکلا ہے، مضامین تمامتر ادبی ہیں قیمت سالانہ للعہ

دار الادب لکھنؤ سے ترچھی نظر اب سیدھا سادھا نظر بنکر نکلا ہے، اسکے اڈیٹر پیرزادہ سید فدا حسین
سے علیگ ہیں، فرض ادارت ادا کرنے والوں اور مضمون نگاروں میں متعدد گریجویٹ، اور بعض لکھنؤ
یونیورسٹی کے متعلقین ہیں، لکھنؤ اردو کا تربیت گاہ ہے، اسلئے لکھنؤ کی حیثیت اس سے زیادہ بلند رسالہ کو چاہئے تھی
امید ہے کہ جس طرح "ترچھی نظر" نے اس "نظر" تک ترقی کی ہے، آیندہ یہ نظر اور وسعت پیدا کرے، قیمت
سالانہ، پتہ چوک لکھنؤ،

لاہور سے ایک نیا دلکش رسالہ نکلا ہے، رسالہ کے نام سے زیادہ تین اڈیٹروں کے نام دلکش ہیں
نذیر احمد خان یزدانی، اسسٹنٹ اڈیٹر نجمہ سلطانہ سیلانی، اور جائنٹ اڈیٹر امیر مجتبیٰ صبا مارہروی
میں نظم و نثر ادبی مضامین ہوتے ہیں، کوئی خاص انداز نہیں، قیمت عگہ

لاہور کے "اندرواے کی قومی دکان" سے حضرت قدوۃ السالکین سید چنن شاہ کا "الوہاری" کی
نگار ہیں، ملک چنن الدین نقشبندی و مجددی کی ادارت میں رسالہ اسرار تصوف نکلا ہے، صوفیہ
کی تعلیم تھی کہ تصوف کے اسرار گفتنی نہیں ہیں، "اگر بیں تو بر دار تواں گفت و بمنبر نتواں گفت"، مگر اس
ھویں صدی کا کیا انقلاب ہے کہ اب تصوف صرف گفتنی رہ گیا ہے اور کاغذ کے منبروں پر اس کے
اسرار علانیہ فاش کئے جارہے ہیں، رنگین سرورق پر جو حدیث قدسی زیر عنوان ہے، وہ حدیث تو نہیں، کسی

صوفی صافی کا قول ہوگا جس نے حدیث قدسی کا درجہ پایا ہے، رسالہ کے متعلق دعویٰ ہے کہ وہ اعالی خانوادوں کے اہل اللہ اور سالکان راہ اور طالبانِ حقیقت کی آواز بازگشت ہے، قیمت اصلی سے رعایتی عہ

آگرہ نے **دل** نکالا ہے، اس "دل" کے صاحب حکیم سید وصی حسن صاحب شباب اکبرآبادی ہیں، ضخامت ۳۲ صفحے، قیمت ۸؍

رامپور سے **نیرنگ** نام ایک ادبی رسالہ نکلتا ہے، مولوی سید محمد نقی صاحب شادتاں لکھنوی پروفیسر اورنٹیل کالج رامپور اسکے اڈیٹر ہیں، رامپور اورنٹیل کالج کے نام سے تو کوئی درسگاہ نہیں معلوم، شاید اہمیت بڑھانے کے لیے مدرسۂ عالیہ رامپور کو اورنٹیل کالج کا درجہ دیا گیا ہے، لیکن اب ہندوستان اس درجہ کو پہنچ گیا ہے کہ ناموں کا الٹ پھیر اب اس کو مرعوب نہیں کرسکتا، رسالہ میں شاعرانہ مطارحات زیادہ تر ہوتے ہیں، آخر میں غزلوں کا گلدستہ ہوتا ہے قیمت سے ر،

گگے زی، گگے زئی قوم کا ماہوار آرگن، جو جناب امام خانصاحب نوشہروی کی ادارت میں نکلتا ہے جس میں خاص اس قبیلہ کی تاریخ وحالات ونسب اور اصلاح وترقی کے مضامین ہوتے ہیں، قیمت [illegible] پتہ: سوہدرہ گجرانوالہ پنجاب،

علی گڑھ سے **سود مند** رسالہ مولوی سید طفیل احمد صاحب کی کوششوں سے اور سید جعفر حسین صاحب کے نام سے سات مہینوں سے نکل رہا ہے، رسالہ کا بظاہر مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں میں کفایت شعاری، اور مالی کاروبار کی صلاحیت پیدا ہو، اور مسرفانہ مراسم کی اصلاح ہو، مگر اسی کے ساتھ یہ عزم بھی ہے کہ مسلمانوں میں عام طور سے سود لینے کو رواج دیا جائے، قیمت ۸؍ ضخامت ۳۲ صفحے،

عالمگیر لاہور، کا ایک نیا معتبر مجلہ اس نام سے نکلا ہے، اس کے رئیس التحریر حافظ محمد عالم صاحب ہیں، شروع میں "ملاحظات" پھر عام ادبی مضامین ہوتے ہیں، ضخامت ۶۲ صفحے، قیمت ۸؍،

جناب ابوالمعانی اختر شیرانی الافغانی نے **انتخاب** کے نام سے رسالوں کے منتخب مضامین کا ماہوار

مجموعہ لاہور سے شائع کرنا شروع کیا ہے، ماہ نومبر میں دوسرا نمبر نکلا ہے جس میں ۱۴ صاحبوں کے مختلف پیرائے نظم ونثر مضامین کو دوبارہ چھاپا گیا ہے، ساتھ ہی دستۂ گل، معلومات، حدیث دیگراں، گلکدہ، تلمیحات، آثار قدیمہ، فقہ اللغہ، روحِ انتخاب، نکاہات، تبصرے، تتمہ کے مستقل عنوانات ہیں، کام اچھا ہے، مگر ضرورت ہے کہ انتخاب میں حسنِ ذوق اور سلامت رائے سے کام لیا جائے ورنہ ڈر ہے کہ انتخاب لاجواب ہوکر رہ جائے، اسی قسم کی کوشش زبدۃ الرسائل کے نام سے علی گڈھ سے کیگئی تھی، مگر ناکام رہی، یہ بھی مناسب ہے کہ صرف مضمون نگاروں کے ناموں پر اکتفا نہ کیجائے، بلکہ اصل رسالہ کا بھی بقید نمبر نام دیا جائے، ورنہ یہ مشتبہ رہیگا کہ صاحب مضمون کا یہ نیا مضمون ہے، یا یہ کوئی پرانا مضمون ہے، اسی طرح اسکے لیے حصول اجازت کی بھی اخلاقاً ضرورت ہے، قیمت ۸؍

لاہور مستی گیٹ سے **قوس وقزح** کے نام سے ایک "مجلۂ علمیہ وادبیہ" کی اشاعت ہورہی ہے اڈیٹر وناشر جناب محمد وحید صاحب گیلانی ہیں، پہلا صفحہ "ملاحظات" کا ہے، اس کے بعد ۴۸ صفحوں میں ایک ایک دو دو صفحوں کے ۲۰ مضمون ہیں، مضمون نگاروں میں بعض اچھے لکھنے والوں کے نام بھی ہیں، قیمت للعہ

اورنگ آباد دکن کے علمی باغ میں ایک میوہ **نورس** بہم پہنچا ہے، اورنگ آباد کالج کے طلبہ کا یہ دوماہی رسالہ ہے، نوجوان طلبہ کی دماغی محنتوں کے مجموعہ کے لیے نورس کتنا اچھا نام ہے، خصوصاً یہ تاریخی مناسبت جان کر کہ اسی دکن کی سرزمین کا ایک بادشاہ "نورس" کے لفظ کا عاشق گذرا ہے، نورس میں پہلے شذرات ہوتے ہیں، پھر اخبار علمیہ، پھر چند مضامین، آخر میں کالج کی خبریں، اڈیٹر کا نام گو سرورق پر نہیں، مگر کسی پختہ کار قلم کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے، اورنگ آباد کالج اس لحاظ سے خود جامعہ عثمانیہ سے بڑھ گیا ہے، کہ اس کا کوئی آرگن نہیں، اور اسکی یہ شاخ یہ ثمرِ نورس رکھتی ہے، قیمت لکھی نہیں،

نقاد، نیا رسالہ اس کے جامع "ترجمان حقائق" کوثر لکھنوی کے زیر ادارت دفتر سفیر سخن ودار المصنفین لاہور سے نکلنا شروع ہوا ہے، اس نئے "دار المصنفین" سے ہم واقف نہیں، شاید اہل لاہور واقف ہوں، ادبی ولغوی تحقیقات اس کا مقصد معلوم ہوتا ہے، ضخامت ۵۶ صفحے، قیمت سے ر، کشمیری بازار لاہور،

لکھنؤ سے حسنِ ادب نام ایک رسالہ ابو الکمال محمد وحید علی لطف لکھنوی کی اڈیٹری میں اشاعت پذیر ہوا، اس میں کچھ نثر میں خیالی ادبی مضامین اور نظم میں شاعروں کی غزلیں ہوتی ہیں، قیمت عہ، پتا نادان لکھنؤ،

انوار القدس، مہاتم شریف لبمبئی سے ایک صوفیانہ رسالہ چودھری شریف احمد راز لکھنوی کی زیرِ ترتیب شائع ہوتا ہے، زیادہ تر مضامین مولوی سید محمد صاحب جنکا صوفیانہ لقب ذوقی شاہ ہے کے قلم سے نکلے ہیں، شاہ صاحب انگریزی تعلیم یافتہ ہیں، اسلیے تصوف کے اسرار کو نئی بولی میں ظاہر کرنا چاہتے ہیں، خدا لوگوں کو اس سے فائدہ پہنچائے، حضرت مخدوم مہائمی کے مزار کا انتساب بھی اس کو حاصل ہے، مضامین سلجھے ہوئے ہیں، خیالات عام صوفیانہ رسائل سے بلند ہیں، قیمت للعہ، پتہ مہاتم پوسٹ نمبر ۱۶ بمبئی،

شیر شاہ کے پرانے دار السلطنۃ سہسرام (صوبہ بہار) سے ایک طبی رسالہ **الطبیب** کے نام سے نکلنا شروع ہوا ہے، اس کے مدیر حکیم کریم الدین احمد صاحب قادری ہیں، قیمت عاکر

صنعت و تجارت، نام ایک رسالہ سید محبوب علی شاہ ٹکنیکل انجنیر کی ادارت میں لاہور سے نکل رہا ہے، جس میں صنعت و تجارت، ایجادات اور کلوں پر مختلف مضامین ہیں، کبھی نہ کسی مشین کی تصویر بھی ہوتی ہے، ملک میں ایسے رسالوں کی سخت ضرورت ہے، خدا اس کو کامیاب کرے، قیمت سے رپیہ، پتہ:- لاہور چوک مٹی کٹرہ تارکشاں

طلیعہ، بوائے اسکاوٹس کو ہر دلعزیز بنانے کے لیے یہ رسالہ نکالا گیا ہے، مضامین بوائے اسکاوٹس کے فرائض اور تعلیم و مشق کے متعلق ہوتے ہیں، مسلم یونیورسٹی بوائے اسکاوٹس علی گڈھ کی طرف سے نکلتا ہے، اڈیٹر عبد الشکور ایم اے بی ٹی، قیمت للعہ،

بنارس اور مسلم پرستی کس قدر بے جوڑ ہے، تاہم دنیا اسی صنعتِ تضاد کے بل پر قائم ہے، بنارس سے ایک "مسلم پرست" ماہوار اور سیاسی رسالہ **حفاظت** جناب شاہ عترت حسین صاحب بی اے (علیگ) وکیل کی ادارت میں نیا نکلا ہے، جس نے اپنا اصول شعار حق، انصاف اور مساوات قرار دیا ہے، اور حقیقت میں اس کا مقصد سر سید کی اسلامی و ملکی طرزِ سیاست کو زندہ کرنا ہے، اور مسلمانوں کو انگریزوں سے قریب اور ہندؤں سے دور کرنا ہے، بہر حال مسلمانوں کا ایک خاص سیاسی مسلک کا رسالہ ہے، اور اسلیے قابل قدر ہے کہ اس کا مقصد چند بیکار و فرسودہ نظم و نثر کی اشاعت کے بجائے عملی سیاست ہے، قیمت صہ، پتہ اردلی بازار بنارس کنٹونمنٹ،

امرتسر سے **سہیلی** کے نام سے ایک زنانہ رسالہ خدیجہ بیگم ایم اے ایل (گولڈ میڈلسٹ) کی نگرانی اور خوشنما خاتون قریشی (یا قریشیہ) بی اے اور رضیہ خاتون کی اڈیٹری میں نکلا ہے، عورتوں کی دلچسپی کے لائق معمولی ادبی مضامین جو زیادہ تر عورتوں کے نام سے ہیں، اس میں نکلتے ہیں، ایسی تعلیم یافتہ خاتونوں کا معیار تو اس سے بلند ہونا چاہیے، قیمت سے، پتہ کوچہ سنگھی بابو صاحب امرتسر دفتر سہیلی،

شہر ملتان سے ایک اور زنانہ رسالہ **سرتاج** امتیاز فاطمہ بیگم عرف حاجیہ تاج بیگم کی اڈیٹری میں ایک سال سے نکلتا ہے، مضامین عام دلچسپی کے ہوتے ہیں، کبھی کبھی عراق وغیرہ کے سفرنامے بھی ہوتے ہیں، اس کا مقصد عورتوں کے معلومات کو بڑھانا ہے، افسوس ہے کہ مضامین میں املا اور زبان کی غلطیاں ہوتی ہیں، قیمت چار روپیہ،

سال کے تمام نئے اردو رسالوں کا جائزہ آپنے لے لیا، آپ غور کرینگے تو معلوم ہوگا کہ اکثر رسالے بے مقصد نکلتے ہیں، لفظ "ادبی" میں اتنی وسعت ہے کہ ہر شے اس کے اندر داخل ہے بقول مولوی سید ممتاز علی صاحب (لاہور) کے ایک رسالہ کا سرورق اگر دوسرے پر لگا دیا جائے تو باہم تمیز نہ ہو سکے، زیادہ تر رسالے نو مشق اہل قلم کی کوشش ہیں، جنکو نہ لکھنے کا اور نہ کرنے کا تجربہ ہے اور یہی ہمارے رسالوں کی ناکامی کا بڑا سبب ہے، ایک عام وبا یہ چل رہی ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اڈیٹروں کے متعدد نام کامیابی کا ذریعہ ہیں، ایک رسالہ میں تو دس بارہ اوپر نیچے نام ہیں مگر ظاہر ہے کہ ہزاروں ستارے ملکر بھی ایک آفتاب کا مقابلہ نہیں کر سکتے، بعضوں نے مختلف آداب، القاب و تخلص و نسبت دکنیت کے ذریعہ سے ہیبت و رعب پیدا کرنا چاہا ہے، یہ بھی مذاق سلیم کی کمی کا نتیجہ ہے، اگر لفظ میں نہیں، معنی میں ہے، بعضوں نے رسالہ کے ابواب کو نامانوس ترکیبوں اور لفظوں سے باوقار بنانا چاہا ہے، یہ ترکیب بھی کارگر نہیں، عموماً ان رسالوں کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ان میں جدت کم اور تقلید کا رنگ زیادہ ہے جس سے دماغوں کی بلندی کا نہیں پستی کا اظہار ہوتا ہے، دیکھئے ۱۹۲۶ء کی آب و ہوا ان میں سے کس کس کو راس آتی ہے،

مطبوعات جدیدہ

خدا کی محبت، جناب مفتی محمد دین صاحب وکیل گجرات نے اس رسالہ مین مختلف عنوانون کے ماتحت قرآن مجید کی آیات کریمہ کے حوالون سے یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کن اوصاف وخصائل کے لوگون سے محبت کرتا ہے، مثلاً تقویٰ، طہارت، عبادت، امانت، صبر اور توکل وغیرہ ایسے اوصاف ہین جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے، اسلیے اگر کوئی مسلمان خدا کا محبوب اور پیارا بندہ بننا چاہتا ہے تو اپنے اندر یہ اوصاف پیدا کرے، رسالہ کی زبان سلیس اور شستہ ہے، ۴۸ صفحون مین چھوٹی تقطیع پر یہ چھپا ہے، کاغذ عمدہ اور کتابت وطباعت متوسط ہے، قیمت ۸ر پتہ:- مفتی نذیر احمد صاحب دائرہ بلوچان گجرات،

ضرورۃ القرآن، مولوی احمد علیصاحب لاہوری نے خطیبانہ طرز استدلال مین قرآن مجید کی ضرورت پر یہ رسالہ لکھا ہے، شروع کے چند صفحات مین تخلیق انسانی، بعثت انبیاء، اور اتباع شریعت کی ضرورت پر بحث کیگئی ہے، پھر قرآن مجید کا تحریفات وغیرہ سے محفوظ رہنا بتایا گیا ہے، اور سب سے آخر مین مسلمانون اور خصوصاً نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ کو ہدایت کیگئی ہے کہ جس طرح وہ اپنے بہت سے دوسرے ضروری کام انجام دیتے ہین، اسی طرح قرآن کی تعلیم بھی حاصل کرین، رسالہ مجموعی حیثیت سے مسلمانون کے لیے مفید ہے لیکن اس مین بہت سے ایسے غیر متعلق مباحث بھی آگئے ہین جو موضوع کتاب سے قطعاً خارج ہین، ضخامت چھوٹی تقطیع کے ۵۵ صفحے، کاغذ اچھا اور کتابت وطباعت متوسط ہے قیمت کتاب مین درج نہین کیگئی ہے دفتر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور سے ملے گی،

معصولی کی جغرافیہ ہند، جناب سید آل حسن صاحب معصولی نے مدارس صوبہ بہار کے ابتدائی درجون کے لیے اس نام سے ہندوستان کا مختصر جغرافیہ مرتب کیا ہے، ابتدا مین چند جغرافی اصطلاحات کی تشریح کیگئی ہے، پھر ہندوستان کو صوبہ وار تقسیم کرکے صوبۂ بہار واڑیسہ کے جغرافی حالات وضاحت سے بیان کئے گئے ہین، اس کے بعد ہندوستان کے اور دوسرے صوبون کے جغرافی حالات درج کئے گئے ہین، صوبۂ بہار کے اردو خوان طلبہ اس سے زیادہ مستفید ہو سکتے ہین، زبان مین کہین کہین غلطیان ہین تاہم عام فہم اور بچون کے پڑھنے کے لائق ہے، خط بچون کی مناسبت سے واضح ہے، افسوس کہ لکھائی چھپائی اچھی نہین اور کاغذ بھی معمولی ہے، چھوٹی تقطیع پر ۵۶ صفحون مین کتاب ختم ہوئی ہے، قیمت ۸ر پتہ:- جناب آل حسن صاحب معصولی پنشنر ٹیچر آر، متر انگلش ہائی اسکول دیوگھر،

تفریح دل، یہ کتاب لطائف اور "تفریح دل" کا سامان ہے، جناب قادر بادشاہ صاحب بادشاہ مدراسی نے عمدہ طرز ادا کے ساتھ چھوٹے چھوٹے لطیفے یکجا کئے ہین، یہ کتاب اسلیے زیادہ قابل قدر ہے کہ سرزمین مدراس سے شائع ہوئی ہے جو اردو کے لیے بہت زیادہ ناہموار ہے، ضخامت معارف کے سائز پر ۴۸ صفحے کاغذ اور کتابت وطباعت اچھی ہے قیمت ۶ر پتہ: خطیب محمد عبدالرشید صاحب نمبر ۹، گوڈون اسٹریٹ مدراس

غم پُر ملال، مسلمانون کے اس دور تنزل مین حضرت مولانا شاہ بدرالدین صاحب پھلواروی امیر شریعت اول صوبۂ بہار ایک مقدس بزرگ تھے جو علمائے سلف کے نقش قدم پر چلتے تھے اگر وہ ایک وقت گوشۂ خلوت مین مصروف عبادت ہوتے تو دوسرے وقت کتابون کے حلقہ مین جلوہ فرما ہو کر مطالعہ فرماتے تھے، مذہبی خدمات کی انجام دہی مین یہ شغف تھا کہ اپنی کبرسنی کے باوجود امارت شرعیہ کی ذمہ داری اپنے دوش مبارک پر اٹھائے ہوئے تھے آج مسلمانون کے لیے ایسے مقدس بزرگون کے سوانح حیات کے ایک ایک خط وخال کی ضرورت ہے کہ وہ اپنی زندگی مین اسے راہبر بناکر بصیرت حاصل کرین،

بحمد اللہ کہ جناب مولوی حکیم محمد شعیب صاحب قادری نے اپنی اس تالیف سے یہ کمی پوری کر دی اسمین حضرت

مولانا مرحوم کے حالات زندگی وضاحت سے بیان کیے گئے ہین، اورخصوصاً مرض الموت اور وفات کے واقعات نہایت تفصیل سے لکھے گئے ہین، حکیم صاحب کو اپنے مرشد سے نہایت محبت تھی، اسی کا اثر ان کے قلم مین بھی نمایان ہے۔

معارف کیلیے یہ بجد فخر کی بات ہے کہ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کا آخری علمی کارنامہ معارف کے چند شذرات کی تحسین اور ان مین چند کلمات طیبات کا اضافہ ہے، ضخامت ۲۵۴ صفحے، کاغذ معمولی اور لکھائی چھپائی اچھی ہے، قیمت ۱۲ پتہ:- جناب خواجہ سید نصیر حسین صاحب مالک نظامی پریس، پٹنہ سٹی،

رنج وراحت، مسلمانون کا تعلیم یافتہ طبقہ تعلیم نسوان کی ترویج مین کوشان ہے، بحمد اللہ کہ اسکی کوششین بارآور ہوتی جاتی ہین، زیر تبصرہ کتاب ایک مسلمان خاتون جناب ام عبد اللہ نے لکھی ہے، اس مین خدیجہ بیگم کی سرگذشت ناول کے طرز مین بیان کیگئی ہے، پہلے اس کے خاندان کی تباہی کا نقشہ کھینچا گیا ہے، پھر اسکی سلیقہ مندی سے خاندان کی حالت سدھر جاتی ہے، یکایک پھر ادبار آتا ہے، پورا کنبہ منتشر ہوجاتا ہے، اور وہ کسی طرح عیسائی مشن مین پہنچ جاتی ہے، وہان اپنے مذہبی اثر سے ایک عیسائی خاتون کو مسلمان بناتی ہے، اور پھر اسسٹنٹ سرجن کے امتحان مین کامیاب ہوتی ہے، اور رفتہ رفتہ اس کے خاندان کے تمام ارکان یکجا ہوجاتے ہین، بعض معمولی فروگذاشتون کو نظر انداز کرکے کتاب اچھی ہے، زبان بھی صاف اور شستہ ہے، ضخامت چھوٹی تقطیع پر ۱۲۰ صفحے، کاغذ معمولی اور لکھائی چھپائی اچھی ہے، قیمت ۸ ؎ پتہ منیجر انٹیل بک ایجنسی لاہور۔

اسلامی رسول کے معجزے، ہندوستان مین "شدھی" کی تحریک شروع ہوتے ہی خواجہ حسن نظامی صاحب نے "تبلیغ" کی آواز بلند کی، اسلئے فطرۃً ان کے قلم کا رخ بھی بدل گیا، اور خالص "مذہبی" کتابین لکھنے لگے، زیر تبصرہ رسالہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، ابتدا کے چند صفحون میں معجزہ و سحر کا فرق دکھایا گیا ہے، پھر مختلف کتابوں سے معجزات نبوی نقل کئے گئے ہیں، ضخامت ۴۸ صفحے، لکھائی چھپائی اور کاغذ اچھا ہے، قیمت ۷ ؎ پتہ دفتر حلقہ مشائخ بکڈپو دہلی،

دنیائے اسلام اور خلافت، موجودہ عہد مین خلافت عثمانیہ کے قیام و بقا نے دنیائی مسلمان قومین کیا جد و جہد کی ہین مصنف کے سفر یورپ کے تجربے و علومات ہین ۶

خلافت عثمانیہ اور دنیائے اسلام، اس مین یہ دکھایا گیا ہو کہ خلافت عثمانیہ نے مسلمانون اور اسلامی ملکون کی گذشتہ صدیون مین کیا کیا خدمتین انجام دی ہین ...... عہ

بہادر خواتین اسلام، مسلمان عورتون کے جنگی اور اخلاقی بہادری کے کارنامے، طبع سوم ۴

مولانا عبد السلام ندوی

اسوۂ صحابہ جلد اول، صحابہ کے عقائد، عبادات، اخلاق اور معاشرت کی صحیح تصویر، اور قرون اولی کے اسلام کا عملی خاکہ، اس کا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے، ضخامت ۴۵۰ ...... ے

اسوۂ صحابہ جلد دوم، صحابہ کے سیاسی، انتظامی اور علمی کارنامون کی تفصیل، ضخامت ۴۵۰ قیمت ...... عہ

انقلاب الامم، ڈاکٹر لیبان کی مشہور کتاب قومون کی ترقی و تنزل کے قوانین نفسی کا خلاصہ، طبع دوم، قیمت ۸؎

اسوۂ صحابیات، صحابیات کے مذہبی، اخلاقی اور علمی کارنامون کا مرقع، قیمت ...... عہ

سیرت عمر بن عبد العزیز، حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ اموی کے سوانح حیات اور ان کے مجددانہ کارنامے، طبع دوم ...... عہ

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اس کا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی، اور اس کے فلسفہ کی تشریح، مجلد عہ، غیر مجلد عہ

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید مین برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت فصیح و سنجیدہ ترجمہ جس مین حواس انسانی پر بحث کرکے مادیت کا ابطال کیا ہی، مجلد عہ

مولوی عبد الماجد بی اے

مثنوی بحر المحبت، شیخ مصحفی کی ایک نایاب مثنوی مع سوانح مصحفی ۱۲

فلسفۂ جذبات، جذبات انسانی کی نفسیاتی تشریح عہ

پیام امن، موسیو رچرڈ ایک فرانسیسی مصنف کے خیالات درباره امن عالم، و اخوت انسانی و خون آشامی دول یورپ کی ترجمانی ہی، اس کے بعد مولوی صاحب موصوف کا تبصرہ ہی جس مین انھین مسائل پر انجیل اور قرآن کی تعلیمات کی تفصیل کر کے اور دین بالکل نئے خیالات ہین، ۱۶۰ صفحے ...... عہ

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ جس مین مکالمہ کی صورت مین برکلے نے مادیت کا ابطال کیا ہی، قیمت باختلاف کاغذ عہ، عہ

مولوی سعید صاحب انصاری

تفسیر ابو مسلم اصفہانی، (عربی) معتزلہ کی مفقود و نادر الوجود عقلی تفسیر قرآن کے اجزا جو نہایت دیدہ وریزی سے امام رازی کی تفسیر کبیر سے جمع کیے گئے ہین، عمدہ ٹائپ مین چھپی ہی، قیمت عہ

سیر الصحابیات، ازواج مطہرات، بنات طاہرات اور عام صحابیات کی سوانح عمریان اور ان کے علمی و اخلاقی کارنامے عہ

پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین، جدید علم کلام پر ایک محققانہ تصنیف اور فلسفہ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ ...... عہ

تاریخ صحف سماوی، توراۃ انجیل اور قرآن مجید کی جمع و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات متعلق جمع قرآن کا جواب قسم اول عہ، دوم ے

شمع سخن، پروفیسر سید نواب علی کی اخلاقی، قومی اور فلسفیانہ نظمون کا مجموعہ ۱۰

مولوی محمد یونس مرحوم فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیو لیبان کی کتاب جماعت انسانی کے اصول نفسیہ کا اردو ترجمہ جس مین انسانی جماعت کے خلاق یا لیڈرون کی خصوصیات، اور جماعتون کے بننے اور بگڑنے کے قوانین نفسی بیان کیے گئے ہین صفحہ ۳۰۴ ...... عہ

ابن رشد، مشہور مسلمان اندلسی حکیم جو مسلمانون مین ارسطو کے فلسفہ کا بہترین شارح سمجھا جاتا تھا اور جس کی تصنیفات مدتون تک یورپ کی یونیورسٹیون مین پڑھائی جاتی تھین، اوس کے سوانح اور اوس کے فلسفہ پر تبصرہ، اور اسی ضمن مین مسلمانون کے علم کلام و فلسفہ پر بھی ریویو، اور یورپ مین اسلامی علوم کے اشاعت کی تاریخ اور فلسفہ جدید و قدیمہ کا موازنہ بھی آگیا ہی، ابن رشد کے متعلق اتنا بڑا ذخیرہ معلومات کسی مشرقی زبان مین نہین مل سکتا، ضخامت ۴۰۰ صفحے قیمت ...... ے

مفتی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق اسلام، اسلامی مسائل کی فلسفیانہ عقلی تشریح، عہ

تذکرۂ حبیب، یعنی رسول اللہ صلعم کے اخلاق کا مفصل بیان عہ مذہب کی باتین، بچون اور بچیون کی تعلیم کے لیے ۶

رسالہ قوت خیال، درستی اخلاق کے باب مین ایک مشہور انگریزی رسالہ کا ترجمہ ۴

اثبات واجب الوجود، یعنی ذات و صفات واجب الوجود کی عقلی پہلو سے ایک نظر ...... عہ

تاریخ ابو البشر، کیفیت آغاز نوع انسانی حسب تحقیقات جدیدہ ...... عہ

منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتمم تاریخ بھوپال

انسان، علم خواص الاعضاء کے ابتدائی مسائل سلیس و عام فہم زبان مین ...... عہ

رموز فطرت، طبعیات، طبقات، ارض، ہیئت اور جغرافیہ